ترتیبِ جدید

سلسلۂ منتخباتِ نظمِ اُردو

مناظرِ قدرت

مُرتّبہ

محمد الیاس برنی۔ ام اے۔ ال ال بی (علیگ)

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد چہارم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبعِ مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء

بارِ سوم

قیمت عہ

مناظرِ قدرت

جلد چہارم

اس سلسلہ کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمد مقتدیٰ خاں شروانی۔ علی گڑھ

(۲) محمد الیاس برنی۔ جام باغ۔ حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی۔ لہاری دروازہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریحِ ترتیبِ جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پرانی داستان ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اس سلسلۂ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر دھنتے ہیں

ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح ہوتی ہے۔ امید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھکر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدردانی و توجہ سے اردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارفِ ملت مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کہلائیں ملک نے بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے ادیبوں و نقادانِ سخن نے انتخاب اور ترتیب کی داد بلکہ مبارکباد دی۔ ہر طرف سے فرمایشوں کا تار بندھ گیا۔ اور ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہوگئیں۔ اس قدرشناسی اور ہمت افزائی نے قدرتاً نئے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کردی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور سنہ ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے اڈیشن بھی نکل آئے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ چلتے رہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہوگئیں جن میں کم وبیش دو سو قدیم وجدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمدللہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھکر شہرت ومقبولیت حاصل کی قدیم وجدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیشِ نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت وجلوت کے لئے اچھّا مشغلہ پا لیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اُردو پرست گھروں نے اِس سلسلہ کے معتقد بلکہ مُرید ہوگئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اُردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اِس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو اِس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہوسکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فایق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹیو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید براں اس قسم کی ترتیب سے اردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضا میں اردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھ کر بہت سے منکر اور غافل اردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔

ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا اس سے بڑھکر جدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کیے گئے ہیں۔ جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میر۔ مرزا غالب اور اکبر الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیخودی میں شاعر کے منہ سے حقایق کے پھول جھڑتے رہتے

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنا لے۔ نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اُردو شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اِس خطہ کے سرسری رہ رووں کو اکثر ایک خود رو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔ شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارسٹ مُرتّب کر کے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی کی کافی گنجائش باقی رہ گئی۔ مضامین کی مجانست ترتیب کی رُوح رواں ہے۔ وافر مواد مُہیّا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے۔ حتّیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور جُداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

از سرِ نو شائع کی جاتی ہیں اور آیندہ یہ ان کی مستقل شکل ہوگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ مِلّت

جلد اوّل۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین وایمان کی خوشبو مہکتی ہی۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہی۔

جلد دوم۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مُسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور رُوح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے ۱۵ جگر دوز نشتر لذّت شہادت تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہی۔

جلد سوم۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہی۔ اِس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہی۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اُردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کردیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دُوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں یہ کتاب بی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابل دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعرا کے کلام کا دلکش انتخاب۔ شاعری کے جدید دَور کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھکر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے اِن سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

اُن کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم۔ متعلق نباتات و حیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تتلیاں چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیاءِ قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق عمرانیات۔ یعنی ہندوستان کے تمدّن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیشِ نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آیندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاءاللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملّت، مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت۔ تینوں حصّوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصّہ کی جُدا گانہ جلد مرتب کرنے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو اُمید ہو کہ اُردو کا
بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شایقین کو بلا دقت دستیاب
ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم
بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمایش جاری ہی بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی
ہی۔ مہلت اور موقع شرط ہی۔ ممکن ہی کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی
کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۲۶ء

محمد الیاس برنی

تمہید

اُردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی اِدبار کی بجلیاں گر تی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود فرماں روائے وقت دُنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دُھن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مدّاحوں کی واہ وا نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتاً اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے، یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرأت، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجیے۔ اس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کمیاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایّام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور سرمایۂ مباہات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور رُوح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھر دیا ہے کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفسیات کے دربار سے اِسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعت اَدب ترقی زبان اور اصلاح تمدّن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہے کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مُرتّب کرکے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھّے سے اچھّے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں۔ بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربُوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مُرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رُجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمّہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملّت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی۔ حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرّک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجیے اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اُردو شاعری نے قومی تنزّل اور تباہی کے دَوْر میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام بارد اور یاس انگیز ہے۔ دُنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، فتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر نا ممکن ہے کہ اسے سُن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہی. کہیں خدانخواستہ جد و جہد کے رہی سہی ولولے اور ترقی کی اُمنگیں پھر سرد نہ پڑ جائیں۔ اِس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہی جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اولولعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا۔ قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں اَب جا کر نقاشی شروع کی ہی اور ابھی وہ زمانہ دُور ہی جب کہ نیچر کی تصاویر مُنہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجایش ہی اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری اِس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہی۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اُردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجانست مضامین کے لحاظ سے اِس کے تین جُداگانہ حصّے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔
(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مُرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلّہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نومشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بُو سے کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابل قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف سُتھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں سچ پُوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خُدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں علاوہ بریں ارتقاء شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دانے کچّے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی ولطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش نظر رکھکر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسبِ صراحت ان کو ازسرِنو ملانا یا جُداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلۂ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آیندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصّہ کی متعدّد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر اُردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح و جلا ہوتی

ہے ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے ملک کو اردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد ثابت کردے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنّیْ وَالاِتْمَامُ مِنَ اللہ ؕ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۳ء

محمد الیاس برنی

مناظرِ قدرت

جلد چہارم

فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہی اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں۔

فہرست مضامین
جلد ۴

صفحہ

فہرست مضامین جلد ۴

فہرست مضامین
جلد ۲

صفحہ

فہرست مضامین جلد ۴

صفحہ

صفحہ

صفحہ

ختم شد

مناظر قدرت

جلد چہارم

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	نرے	ترے	۲۴	۱۱	تمناکو	تمناکہ
۲	۱۳	اسے کو	اسی کو	۲۵	۱	بچپن کے	بچپن کی
۴	۵	دوالے	ددالے	۲۹	۷	پڑی پڑی	پری پڑی
۶	۱۱	گیاگت	گیاگت	۳۰	۲	لٹا سرسے تابہ تھا	لگا سرسے تا بہ پا
۱۰	۱	بولو	بولو	۳۱	۱۰	ہے سبب	بے سبب
۱۳	۷	نورشش ثمر	نورسس ثمر	۳۱	۱	وام لی	وام لی
۱۴	۱۲	ال	آل	۳۲	۷	دھارگی	دھگدگی
۱۵	۱۰	نعشا	نقشا	۳۲	۸	بالی پہ	بالی میں
۱۷	۵	بھولی بھولی	بھولی بھالی	۳۴	۲	نک	ٹک
۱۸	۲	ملکر	بنکر	۳۴	۴	[illegible]	[illegible]
۲۱	۲	چاؤں	چھاؤں	۳۶	۳	جھکنے	جھلکے
۲۲	۶	چیتری	چھتری	۳۹	۲	بعدازاں	بعدازاں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱	۱۲	باندھا	باندھ	۵۸	۱۲	رشکِ قمر	رشکِ چمن
۴۲	۴	سہرے لی	سہرے کی	۵۹	۳	سیمی بدن	سیمیں بدن
۴۳	۴	گا ہیں	گائیں	۵۹	۷	نارگ	نازگ
۴۳	۱۲	آب مصایں	آب مضامین	۶۰	۱	دھانی	دھانی دھانی
۴۴	۶	وہ رستہ	دو رستہ	۶۴	۹	ایک ہی	ایک ہے
۴۵	۱۲	ڈکا	ڈنکا	۶۵	۱۲	پچوں ماہ	جوں ماہ
۴۶	۵	طاشش کے	طاشش کی	۶۶	۹	چھاتی کے	چھاتی کی
۴۷	۱	میگذمبر	میگڈ مبر	۷۳	۸	بائیں	بائیں
۴۷	۱	پھلکتے	جھلکتے	۷۳	۲	اپنی دم	اپنے دم
۴۷	۱۳	جو زمیں	جوں زمیں	۷۳	۱۲	کینچم	کینچو
۴۸	۱۰	آسماں دار	آسماں وار	۷۶	۲	کماں کی پرشتش	کماں کی پرستش
۴۹	۳	جام خورشید	جام وخورشید	۷۷	۱۰	مشائخوں کے عال	مشائخوں کے حال
۴۹	۶	جہاں کہیں	جہانِ کہن	۷۸	۶	شب	سب
۵۰	۲	پھول کترائے	پھول کترا کہ	۷۹	۹	ہوگے موہنی	ہوگے موہنی
۵۰	۱۱	گل سے	گل سی				
۵۱	۷	آگے روپئے کی	آگے دو روپیہ	۸۲	۲	پچچا	بچا
۵۱	۱۲	رہن رکھ تو	رہن رکھ لو	۸۳	۱۰	بیٹھے	بیٹھی
۵۲	۱۱	منقس	منقش	۸۴	۱۰	بیل پڑی	بیل بڑی
۵۴	۴	پانی کا شب	پانی کا سب	۸۴	۱۱	برنا	سرنا
۵۵	۷	بر نجم فلک	پر نجم فلک	۸۴	۱۲	اٹھاتے تھے	اٹھاتی تھیں
۵۶	۶	کس نے	کس نے	۸۷	۷	ہووے	ہودے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۷	۱۴	جھنکاریں رس	جھنکاریں مار	۱۰۸	۴	اب نو	اب تو
۸۹	۱	جو باو نے	جوبانے	۱۰۹	۹	بھری یں	بھری ہیں
۸۹	۷	پھر تھال	بھر تھال	۱۱۰	۶	پبیسٹھ	پیٹھ
۸۹	۸	لوگوں کے	لونگوں کے	۱۱۰	۱۱	پونچھے ان	پونچھے وہ
۸۹	۸	دھرے بھرے	دھریں بھریں	۱۱۰	۱۳	بس کارہیں واں	بستا رہیں
۹۰	۵	ویلے	کلیسے				
۹۱	۸	قسمت	حشمت	۱۱۱	۱۲	بجتی	بجھتی
۹۲	۱	چھلکتے	جھلکتے	۱۱۳	۵	چوترا	چبوترا
۹۵	۴	داری جار	ڈاڑھی جابر	۱۱۴	۴	پراک	پیراک
۹۵	۱۰	ڈاک	ڈک	۱۱۴	۱۳	سردوں	سروؤں
۹۸	۹	بالی	تالی	۱۱۵	۱	صاف ہوتے	صاف سوتے
۹۸	۱۰	چیلوں	جھیلوں	۱۱۵	۶	کرارے	کڑاڑے
۹۸	۱۲	جھل	چھل	۱۱۵	۱۰	چھیک	جھیک
۹۹	۳	دسے لکتے	دمکتے	۱۱۵	۱۱	پھیرتے	پیرتے
۹۹	۵	جھکتے	چھکتے	۱۱۶	۴	رہے ہیں	رہیں رہے
۹۹	۱۰	جھنکتے	چھنکتے	۱۱۷	۱۰	گھیرا گے	گھبرا کے
۱۰۱	۹	چیرہ	پچیدہ	۱۱۹	۱۱	مئے نعل	مئے لعل
۱۰۴	۳	سے کی	سیلی	۱۲۰	۴	پڑتے ہی تین جانے	پڑتے ہیں تین کانے
۱۰۴	۷	چھپا	چبا	۱۲۱	۱۰	چیزوں	پھروں
۱۰۶	۱	سکھے ہیں	سکھے ہے	۱۲۱	۱۳	دھر	دہر
۱۰۶	۱	دیں	دے	۱۲۱	۱۵	در یار	دربار
۱۰۸	۲	بار	یار	۱۲۲	۷	کھی	یکھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۳	۴	اگر پشتن	اگر بیشن	۱۵۷	۲	کمال	کماں
۲۳	۵	نانی	ناپی	۱۵۸	۱	لے ہی	لے ہے
۱۲۳	۸	ہال ہیں	بال ہیں	۱۶۲	۱۳	پیچ	نیچ
۱۲۳	۹	طائر خوش	طائر ہوش	۱۶۴	۸	لگی	لگے
۱۲۴	۱۰	حدقانونی	حد قانونی	۱۶۵	۲	پیر	پنیر
۱۲۹	۲	جاکر	چاکر	۱۶۵	۱۲	ہوتنے	ہوتے
۱۲۹	۹	سخت ہے	سخت ہی	۱۶۶	۳	رمزکیتں	رمز کے تئیں
۱۳۰	۱۳	بلا ہی رہی	بلا ہی رہے	۱۶۸	۱	کہ گیا	کہہ گیا
۱۳۲	۷	تو تو وہ	تو وہ	۱۶۸	۹	مارے ہے	مانے ہے
۱۳۶	۷	بے نظیر	نظیر	۱۷۰	۱	دو ٹکڑے	وہ ٹکڑے
۱۴۱	۱۰	مزیچ جال	مزیچ حال	۱۷۲	۱۱	بہ نبکارے	یہ نبکارے
۱۴۳	۳	بنٹے	بنئے	۱۷۳	۶	بھونکے	بھونکتے
۱۴۶	۱	دام میں	دام میں ہیں	۱۷۸	۳	ستیر آ	ستیرا
۱۴۷	۱۲	آبرو رکھے	آبرو سے رکھے	۱۷۹	۶	تشنہ دہاں	تشنہ دہاں
۱۴۹	۱۲	چاہتے	چاہنے	۱۷۹	۷	دغا	وغا
۱۵۴	۲	کبیدہ ذرہ	لبیدہ درہ	۱۸۰	۵	جسمہ	جثہ
۱۵۵	۱۰	بندھنا	بدھنا	۱۸۱	۱۳	ششبر کو	ششبر کہ
۱۵۶	۸	بھیجا	بیجا	۱۸۷	۲	پڑھنے	بڑھنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناظر قدرت

جلد چہارم

ابجّہ

تم کون ہو میاں کہاں کے ہو، آئے کہاں سے کہاں جاؤ گے
یہ ٹک بات ہمیں بتلاؤ کس نے بھیج کیا ہے کام
جو نیا نگر آ جھانکے ہو
یاں آتے ہی ترت جو روتے ہو کچھ لائے تھے سو کھوئے گیا
کس سوچ میں ہو کیا بھول گئے اس کا دو جلد جواب ہمیں
انکھیاں کھولو کیوں ڈھانکے ہو

ظفرؔ

جلد۲

۲۔ بچہ

اے کہ۔ اپنے ساتھ گھر بھر کی خوشی لایا ہی تو
کس وطن کی یاد میں روتا ہوا آیا ہی تو

کونسی دنیائے خنداں یاد آتی ہی تجھے
رونے والے یاد کس کس کی رلاتی ہی تجھے

کیا کوئی زرّیں جزیرہ چھوڑکر آیا ہی تو
گلشنِ فردوس سے منہ موڑکر آیا ہی تو

یاد ایسے ہی تو کچھ آتے ہیں نظارے تجھے
اجنبی سے اس جہاں کے نقش ہیں سارے تجھے

کس لئے حیرت سے یوں ہر اک کا منہ تکتا ہی تو
کچھ تو کہنا چاہتا ہی۔ کہہ نہیں سکتا ہی تو

ہم کو بھی معلوم ہی تو ہی مسافر دور کا
مطلقاً اس دیس کی بولی سے ہی ناآشنا

ہاں! بتا وہ سرزمین عافیت تھی کونسی
بستی ہی دل میں ترے دلکش وہ بستی کونسی

روشنی ہوتی ہی کیسی چاند و سورج کی وہاں
تیرے چہرہ پر ہویدا ہیں ابھی جس کے نشاں

کس چمن کا گل ہی تو۔ کس عرش کا تارا ہی تو
کس قدر ہی پاک و روشن کس قدر پیارا ہی تو

آہ اے نووارد ہستی تجھے معلوم کیا
انقلابات زمانہ ہیں مچاتے دھوم کیا

آج تو روتا ہی جس دنیا کو زنداں جان کر
کل نہ چھوڑے گا اسے کو باغ رضواں جان کر

اس قدر مانوس ہو جائیگا اس دنیا سے تو
پھر وطن کی یاد ہو گی اور نہ اس کی آرزو
یا دبھولے سے نہ آئے گا تجھے اپنا وطن
تو سمجھ لے گا اسی غربت کو ہی پیارا وطن جلد
حاصل اک دن بھی نہ ہو گا گرچہ اطمینان دل
پھر بھی دنیا ہی رہیگی شامل ارمان دل

محروم

۳۔ طفل شیر خورے

کیا وقت تھا وہ ہم تھے جب دودھ کی جبتورے
ہر آن آنچلوں کے معمور تھے کٹورے
پاؤں میں کالے ٹیکے ہاتھوں میں نیلے ڈورے
یا چاند سی ہو صورت یا سانولے و گورے
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

گل کی طرح سے ہر دم سینے پہ پھولتے ہیں
پی پی کے دودھ ماں کا خوش ہو کے پھولتے ہیں
ماں باپ ان کی خدمت سر پر قبولتے ہیں
ہاتھوں میں کھیلتے ہیں جھولوں میں جھولتے ہیں
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

جو دیکھے ان کی صورت لے پیار سے کھلائے
ہاتھوں اوپر اچھالے اور چھیڑ کر ہنسائے
چومے کبھی دہن کو چھاتی کبھی لگائے
کوئی چسنی منہ میں دیدے کوئی جھنجھنا بجائے

کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

جلدؔ چھوٹا سا کوئی کرتا ان کا نکالتا ہی   یا چھوٹی چھوٹی ٹوپی سر پر سنبھالتا ہی
ماں دودھ ہی پلاتی اور باپ پالتا ہی   نانا گلے لگاوے دادا اچھالتا ہی
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

نظیر اکبرآبادی

۴۔ معصوم بھولے بھالے

کیا دن تھے یار وہ بھی تھے جبکہ بھولے بھالے   نکلے تھی دائی لے کر پھرتی کبھی دوالے
چوٹی کوئی رکھالے بدھی کوئی پنہالے   ہنسلی گلے میں ڈالے منت کوئی بڑھالے
موٹے ہوں یا کہ دبلے گورے ہوں یا کہ کالے
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

دل میں کسی کے ہرگز نے شرم نے حیا ہی   آگا بھی کھل رہا ہی پیچھا بھی کھل رہا ہی
پہنے پھرے تو کیا ہی ننگے پھرے تو کیا ہی   یاں یوں بھی واہ وا ہی اور یوں بھی واہ وا ہی
کچھ کھالے اس طرح سی کچھ اس طرح سی کھالے
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

مرجائے کوئی تو بھی کچھ ان کو غم نہ کرنا — نے جائیں کچھ بگڑ نے جائیں کچھ سنورنا
ان کی بلا سے گھر میں ہو قند یا شکر نا — جس بات پر یہ مچلے بس وہ ہی کر گزرنا

ماں اوڑھنی کو بابا پگڑی کو بیچ ڈالے
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

جو ان کو دو سو کھالیں پھیکا ہو یا سلونا — ہیں بادشہ سے بڑھ کر جب مل گیا کھلونا
جس جا پہ نیند آئی پھر واں ہی ان کو سونا — پروا نہ کچھ پلنگ کی نے چاہیئے بچھونا

بھونپو کوئی بجالے پھرکی کوئی پھرا لے
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

یہ بالے پن کا یارو عالم عجب بنا ہے — یہ عمر وہ ہے اس میں جو ہے سو بادشا ہے
اور سچ اگر جو پوچھو تو بادشہ بھی کیا ہے — اب تو نظیر میری سب کو یہی دعا ہے

جیتے رہیں سبھی کے آس و مراد والے
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

نظیر اکبرآبادی



جلد ۲

۵- ماں کی ممتا

ممتا ماں کی جانتے ہیں سب — ماں ہے بچہ کی پرورش کا سبب
بھوک بچے کو ہے ستاتی جب — ماں سے کرتا ہے رو کے دودھ طلب
دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہے — جان اس پر نثار کرتی ہے
بچہ سینے سے جو رہا ہے چمٹ — نہیں لے سکتی بے دھڑک کروٹ
پاؤں کی بھی نہ ہو ذرا آہٹ — کبھی ننھے کی جائے نیند اُچٹ
اوں اوں کرتی تھپکتی جاتی ہے — ہولے ہولے سرکتی جاتی ہے
جب گیا وہ نہالچہ پر سو — چھوٹے تکیے لگا دیئے دو دو
کئے سب کام تھے ضروری جو — پر نہیں بھولتی ہے بچہ کو
لیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم — اپنے بچہ پہ ہی نظر ہر دم
ماں کو آرام کی کہاں فرصت — سوئی بیڈھب تو آگئی شامت
کپڑے لتوں کی ہو گئی گیا گت — ہے بچھونا بھی تر بتر لت پت
صبح اٹھکر کھنگالتی ہے تمام — جاڑے پالے کا وقت اور یہ کام
بچہ اتنے میں چونک اٹھا سو کے — ناک میں دم کیا ہے رو رو کے

جلد ۴

ماں نے پھر لے لیا ہی خوش ہو کے — نیا کرتہ بدل کے مُنہ دھو کے
دیکھکر اس کا چاند سا مکھڑا — بھول جاتی ہے اپنا سب دکھڑا
باتیں کرتی ہی پیار سے جوں جوں — بولتا ہی جواب میں آغوں
رات کو لوریاں سناتی ہی — گود میں لے کے بیٹھ جاتی ہی
کس قدر زحمتیں اٹھاتی ہی — بچہ ہے اور ماں کی چھاتی ہی
جب لگایا ہی آنکھ میں کاجل — پڑا بچّہ کی تیوری میں بل
دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ڈالیں مل — بچہ بے چین ہے تو ماں بیکل
کبھی کنڈی بجا کے بہلایا — کبھی کندھے لگا کے بہلایا
چُپ کیا جھنجھنا بجا کے اسے — سوئی خود پیشتر سلا کے اُسے
اس کا ہتیا جدا پکاتی ہے — اُنگلیوں سے اُسے چٹاتی ہے
باتیں کرنا اسے بتاتی ہے — پاؤں چلنا اسے سکھاتی ہے
ہر طرح پر سنبھالتی ہی اسے — اللہ آمین سے پالتی ہی اسے

ماں کو بچہ سے جو محبّت ہی
درحقیقت خدا کی رحمت ہی

اسمٰعیل

۶ - ماں کا پیار

کیسا لیٹا ہے یہ خوش و خرم — نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم
نہ تو روتا نہ بلبلاتا ہے — گود میں کیا ہمک کے آتا ہے
مسکراتا ہے کیا ہی خوش ہو کر — جیسے چڑیا مگن ہو ڈالی پر
جب کہ سونے کا وقت ہے آتا — مرے سینہ سے ہے چمٹ جاتا
جبکہ آنکھوں میں نیند آتی ہے — بسترا اس کا میری چھاتی ہے
نیند لے کر ہنسی خوشی سے اٹھا — پھول گویا کھلا چنبیلی کا
لگ گئی بھوک کہہ نہیں سکتا — پیاری نظروں سے ہے مجھے تکتا

پیار کا بھی مرے یہی ہے سبب
نہیں آتا بیان میں مطلب

اسمٰعیل

۷ - پیاری بچی

سیّدہ کیسی پیاری بچی ہے — صورت اچھی سمجھ بھی اچھی ہے
ذرا دیکھو تو اس کی صورت کو — سچّی چینی کی جیسے مورت ہو

جلد۲

ہے ابھی دو برس کی خیر سے جان — پر سب اچھے بُرے کی ہے پہچان
ماں نے جو کچھ اُسے سکھایا ہے — جو ادب قاعدہ بتایا ہے
وہ سبق سارے اس کو ہیں ازبر — نقش ایک ایک بات ہے دل پر
ہے ادب سے بڑوں کا لیتی نام — سب کو کرتی ہے ہاتھ اُٹھا کے سلام
پھر ادب سے وہیں سلام کے ساتھ — پوچھتی ہے مزاج، جوڑ کے ہاتھ
جھوٹ موٹ اس کو گر ڈراتے ہیں — بات ڈر کی کوئی سُناتے ہیں
پکّے پن سے یقیں نہیں کرتی — دیر تک ہے "نہیں نہیں" کرتی
وہ کسی بات پر مچلتی نہیں — اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں
ایک بیماری سے تو ہے لاچار — ورنہ روتی نہیں کبھی زنہار
ایسی کم عمر بے سمجھ ہو کر — دودھ بھی مانگتی نہیں رو کر
بے پیئے دودھ جب نہیں سرتی — ہے وہ ماں کی خوشامدیں کرتی
کبھی کہتی ہے پیار سے امّاں — اور کبھی ڈالتی ہے گل بیّاں
کوٹ کوٹ اس میں ہے بھری غیرت — اس کو کوئی جھڑک دے کیا طاقت
ماں نے جھوٹوں کبھی جو گھور دیا — اس نے سچ مچ وہیں بسور دیا
ماں کی خفگی سے ہے بہت ڈرتی — اس کے تیور رہے دیکھتی رہتی

جلد۱۴

جب ذرا دیکھتی ہی جب باں کو
بار بار اس کو کہتی ہے "بو بو"

ماں یہ سُنکر اگر ذرا ہنس دی
پھر کوئی دیکھے اس کی آ کی خوشی

ہنستی ہی اور کھلکھلاتی ہی
بچی پھولی نہیں سماتی ہے

چاہنے والے اس کے ہیں جو جو
خوب پہچانتی ہے ایک اک کو

پھوپھیوں سے تو ہی لگاؤ بہت
گھر کا خالاؤں کے ہی چاؤ بہت

ہی چچاؤں کے نام کی عاشق
ان کے کلمہ کلام کی عاشق

غور سے اُن کا پڑھنا سنتی ہی
اور سُن سُن کے سر کو دھنتی ہی

ختم ہو چکتے ہیں جب ان کے بول
کہتی ہی بار بار " ابّا اول"

آرزو تو بہت ہے بولنے کی
پر نہیں اٹھتی ہے زبان ابھی

یوں تو تھی جب ہی پیاری اس کی زباں
جب کہ کرنے لگی تھی وہ غوں غاں

پھر تو آتا ہی اس پہ اور بھی پیار
ہوتی جاتی ہی جس قدر ہوشیار

نہیں مُنہ سے نکلتے پورے بول
بولتی ہی صدا ادھورے بول

لوٹ جاتے ہیں ہنستے ہنستے سب
زرگری اپنی بولتی ہے جب

نئے آتے ہیں گھر میں جب مہماں
دیکھ دیکھ اُن کو ہوتی ہی خنداں

پاکے بیٹھا اِدھر اُدھر سب کو
دیکھتی ہے مُڑ مُڑ سب کو

جلد۴

او پری شکل سے ہی گھبراتی — ہی مگر جلد سب سے ہل جاتی
ہیں جو ماں جائے بھائی اور بہن — یوں تو ہی سب کی اس کے دل میں لگن
پر ذرا بھائی سے ہی لاگ اس کو — کیونکہ اوپر تلے کے ہیں دونوں
پس جہاں بھائی ماں کے پاس آیا — اور وہیں اس نے ہاتھ پھیلایا
جا لپٹی ہے دوڑ کے ماں سے — بھائی سے کہتی ہی "ہٹو یاں سے"
عمر اوس کی خدا دراز کرے — علم سے اس کو سرفراز کرے

چڑھیں ماں باپ کی سلامتی میں
سارے پروان ۔ بھائی اور بہنیں

حالی

۸۔ مسرتِ طفلی

پنگوڑے میں تھا ایک نادان بچا — پڑا چوستا تھا وہ اپنا انگوٹھا
نہ دیکھا تھا منہ اوس نے رنج والم کا — میں سمجھا یہی ہے مسرت کا پتلا

میسر ہے اوس کو خوشی دو جہاں کی
نہ ڈر باپ کا ہی نہ دہشت ہی ماں کی

جلد۴

نہ کچھ طلب ہے یا بس کی اس کو خبر ہے
ہوائے زمانہ یہاں بے اثر ہے
نہ کچھ دل میں نیکی بدی کا گزر ہے
نہ کچھ دوستی دشمنی پر نظر ہے

نہ شادی ہے پوری نہ ماتم ہے پورا
ابھی مسکرایا ابھی منہ بسورا

نہ خواہش ہے کوئی نہ تدبیر کوئی
نہ کچھ معذرت ہے نہ تقصیر کوئی
نہ کچھ جرم ہے اور نہ تعزیر کوئی
کوئی خواب ہے اور نہ تعبیر کوئی

نہ اپنا پرایا نہ میرا نہ تیرا
میں سمجھا یہی ہے مسرت کا ڈیرا

مگر دو قدم آگے چل کر جو دیکھا
تو آیا نظر دوسرا ایک لڑکا
گلی میں وہی کودتا پھر رہا تھا
مگر کھیل میں تھا وہ مشغول ایسا

کہ تھا بے خبر شام ہے یا سحر ہے
بلا جانے اس کی کہ دنیا کدھر ہے

محبت سے جس وقت ماں نے بلایا
تو مرشد نے باتوں میں اس کو اڑایا
خفا وہ ہوئی ناز اس نے دکھایا
مچل کر کہا "تم چلو میں بھی آیا"

ادھر سے ہوئیں دھمکیاں میٹھی میٹھی
ادھر سے ہوئیں شوخیاں میٹھی میٹھی
نہ کچھ بھوک ہے اور نہ کچھ پیاس اس کو
نہ امید ہے اور نہ کچھ یاس اس کو
نہ کچھ ماں سے عذر کا ہے پاس اس کو
نہ کچھ وقت کا بھی ہے وسواس اس کو
یہاں تک کہ سب غم غلط کھیل میں ہے
یہ سمجھا مسرت فقط کھیل میں ہے

بیتاب

۹- بچّہ اور ہلال

رنگیں ادا ہیں دونوں رنگین جمال دونوں
نورس ثمر ہیں دونوں اور نونہال دونوں
بچے ابھی اگرچہ ہیں خورد سال دونوں
بڑھ کر کریں گے اک دن کسب کمال دونوں
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

چھوٹی سی کیا ہی دلکش ہے یہ کمان تیری
مجھکو پسند دل سے ہے آن بان تیری
پر یہ نہیں رہیگی بچپن کی شان تیری
دو چار دن کی طفلی ہے میہمان تیری
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

جلد۱
تو بڑھ کے بدر ہو گا جس طرح آسماں پر ڈالے گا اپنی کرنیں اس تیرہ خاکدان پر
میرا شباب یوں ہی آئے گا عنفواں پر شفقت کا نور میں بھی برساؤں گا جہاں پر

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

ننھے سے او کھلاڑی او آسماں کے ساکن آ کھیل لیں کہ دونوں بچّے ابھی ہیں کمسن
دو چار دن کے مہماں ہیں کھیل کود کے دن پیری میں ولولے ہیں طفلی کے غیر ممکن

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

کشتی اُتار لاہاں چھوٹی سی آسماں سے ایسا کہاں کا اونچا ہے تو مرے مکاں سے
ہوں تیر چھوٹنے کو مضطر تری کماں سے تیرے لئے تڑپتا ہوں میں غم نہاں سے

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

یا رب نہ چشم بد سے پہنچے گزند تجھکو ہو شام کی سیاہی دود سپند تجھکو
گردوں کرے بڑھا کر بالا بلند تجھکو ہاں کون سے کھلونے ہیں دل پسند تجھکو

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

سُرور

جلد۴

۱۰ کم فرصت بچّہ

سنتے تھے کہ یہاں راحت و آرام بہت ہی
پر تجربہ کہتا ہے کہ یہاں کام بہت ہی

دن رات میں فرصت نہیں اتنے ہیں مشاغل
ممکن نہیں ہو جاؤں میں دم بھر کو بھی غافل

اس پر بھی مرے کام مکمل نہیں ہوتے
عقدے جو مرے کام میں ہیں حل نہیں ہوتے

لو آج ہی جس وقت سے ہونے لگی بارش
شیشوں پہ دریچوں کے ہوئی بوندوں کو لغزش

اس وقت سے بندہ ہمہ تن چشم تماشا
دیکھا کیا اک ٹکٹکی باندھے یہی نقشا

اک وقت میں اک کام پہ پر کی نہ قناعت
نادانی سے سر پر پڑی یہ اک نئی محنت

اک گیت زباں پر جو کہیں ہو گیا جاری
دو پہر اسی راگ کے دھندے میں گزاری

جلد۱۱

تھے اس کے سوا اور بھی بہتیری مشاغل
طے اور بھی کر ڈالے کئی میں نے مراحل

آئینے پر ایسا کوئی اک پھونک دیا دم
وہ جس کے اثر سے ہوا اک آن میں پُرنم

اس نم کو وہیں صورت تصویر بنایا
تصویر کو اک لحظہ میں پھر خود ہی مٹایا

پھر فرش زمیں پر جو توجہ ہوئی مائل
تعمیر کئے اس پہ مکاں رہنے کے قابل

ٹوٹی ہوئی کشتی جو مری سب سے بڑی ہی
اب اس کی مرمّت کی مجھے فکر پڑی ہی

دعوت جو خیالی مرے ہاں ہوتی ہے اکثر
پھر اس میں بلاتے ہیں مجھے سارے تونگر

جلد ۱

اسے تنے ہیں تردّد مری اک ننھی سی جان کو
فارغ جو ہیں کیا جانے وہ اس دردِ نہاں کو
اب کھیل کی فرصت کوئی ڈھونڈے تو کہاں ہے
"مصروف ہوں مصروف" یہی وردِ زباں ہے

اکرام

۱۱- ایک حسین لڑکی

چہرہ یہ پیارا پیارا آنکھیں یہ کالی کالی
لب گل کی پتیاں ہیں صورت ہی بھولی بھولی
نازک بدن ہے اس کا یا نخلِ گل کی ڈالی
چہرے کا رنگ دیکھو کہہ دو کہ پھول والی

رُخ پر جو آرہی ہیں اڑ کر لٹیں ہوا سے
سرکا رہی ہے ان کو کس ناز سے ادا سے

ناز اس کے قدرتی ہیں ان سے ہی بے خبر خود
دلکش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود
بالوں میں بن رہے ہیں گھونگر ادھر ادھر خود
وارفتہ ہو رہا ہے حسن اس کی شکل پر خود

کیسا دہن ہے زیبا کتنا ہے تنگ دیکھو
آنکھوں میں لال ڈورے لائی ہیں رنگ دیکھو

کس لطف سے لڑکپن اس کو کھلا رہا ہی — چھوٹے سے قد کو کیا کیا چالوں لا رہا ہی
جلد؟ ملکر کبھی تبسّم ہونٹوں پہ آ رہا ہی — ملکر کبھی نظر سے شوخی دکھا رہا ہی

وارستگی تو دیکھو بے خود ہی کس قدر یہ
آنچل زمیں پہ لوٹا لیکن ہے بے خبر یہ

چوٹی نہیں بندھی ہی بال اڑ رہے ہیں ہوا سے — پھندے الجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا سے
بالوں پہ جمتی ہی گرد اڑ اڑ کے جا بجا سے — سر پر چمک رہے ہیں ذرّے ذرا ذرا سے

کرتا کریب کا ہی کانٹوں پہ ہی وہ اٹکا
دامن پھٹا وہ دیکھو کھینچا جو دیکے جھٹکا

کرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مسکرائی — پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رخ پہ چھائی
پوچھے گی ماں کہاں سے کرتی کو پھاڑ لائی — یہ ڈر نہیں تو چھوٹی چہرہ پہ کیوں ہوائی

کرتے کو دیکھتی ہی کانٹوں کو دیکھتی ہی
ماں سے یہ کیا کہیگی بس سوچ اسے یہی ہی

ٹہلی پھر اٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہے — رنگت اڑی ہوئی پھر چہرہ پہ آ رہی ہے
چھوٹی سی آرسی کو نظروں میں لا رہی ہے — خود منہ چڑا رہی ہی خود مسکرا رہی ہے

جلد۴

لائی ہوا جو اپنے دامن میں گرد بھر کے
آنچل میں منہ چھپایا آنکھوں کو بند کر کے

چل نکلی اور ٹھٹک کر مجھ پر نگاہ ڈالی میں اس کو دیکھتا ہوں یہ بات اس نے پالی
آنکھیں اٹھا کے دیکھا اور پھر نظر بچالی یہ قدرتی حیا ہے دل کی لبھانے والی

دیکھے جو پھر تو شاید ترچھی نظر سے دیکھے
پھیرا ہے رخ تو شاید مڑ کر ادھر ہی دیکھے

دیکھا تو اس نے لیکن گردن جھکا کے دیکھا آنچل کو سر پہ ڈالا اور مسکرا کے دیکھا
کیا ترچھی چتونوں سے آنکھیں چرا کے دیکھا دیکھا پھر اس نے دیکھو آنچل ہٹا کے دیکھا

پایا نیا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اس کو
فطرت کی یہ ادا ہے بننے کا فہم کس کو

چشمے کی راہ لی ہے شاید پئے گی پانی پہونچی تو دیکھتی ہے چپ سن کھڑی روانی
عکس فلک کی رنگت سورج کی ضوفشانی پانی تو ہے سنہرا اور رنگ ہے آسمانی

لہروں میں جلتی پھرتی سورج کی جو چمک ہے
اس سے چمک رہی ہے گیا بجلیوں کا شک ہے

وہ پانیچے سنبھالے پانی تو خیر کم ہے ٹخنوں ہی تک ہے گہرا اور چند ہی قدم ہے

لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم ہے   نازک ہے پاؤں پھسلے پانی میں تو ستم ہے
جلد ۴
وہ اوڑھنی نہ سنبھلی پانی سے تر ہوئی ہے
وہ لڑکھڑائی دیکھو دُھری کمر ہوئی ہے
نالا اُتر کے پہونچی زیر شجر کھڑی ہے   بہنے سے دل پہ اس کے ہمت بہت بڑی ہے
کچھ اوڑھنی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے   خوشے پکے ہوئے ہیں ان سے نظر لڑی ہے
میں جامنیں گرادوں بھلے ہیں تو اچھا
کھیلے ہیں تو اچھا ٹہلے ہیں تو اچھا

شوق قدوائی

۱۲- پاربتی

اس راجہ ہماچل کے گھر اک بالی سندر بیٹی تھی
مکھ اس کا چندلن کا تھا نام اس کا گورا پاربتی
لب لعلِ یمن اور غنچہ دہن تن برگ سمن قد سروِ سہی
پوشاک جھلکتی تاش زری ان گنتی پہنے من موتی
وہ کنٹھلے کنگن کندن کے وہ بازو جھلا اور مندری
وہ جھانجن بجتی سونے کی اور چوڑی گھنگرو والی

ماں باپ کی پیاری نازبھری آنکھوں میں وہ نسدن پھرتی
نت رہتی ہاتوں چاؤں میں اور مانی آس مرادوں کی جلد ۴
سکھ بھوجن نورس اور میوے پکوان مٹھائی دودہ دہی
سو ساتھ سہیلی ساتھ پھریں ہم عمریں بھی بالی بھولی
سب پیار کریں تن من واریں سنگ کھیلیں جیسیں ہیلا جی
سب گہنے میں سرپاؤں لدیں تن سوہا سالو اور چنری
کوئی اچھلے کودے سوانگ کرے کوئی ہنس ہنس کرتی اٹھکیلی
دن رات ہنسیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی خوشوقتی
تھی رہتی گورا پاربتی ان روپ سروپوں ابرن میں
سب طور خوشی سے پھرتی تھی نت اپنے گھر اور آنگن میں

نظیر اکبرابادی

۱۳-ایک حسین لڑکی اور اس کی ہنسی

دل کو لبھا رہا ہے انداز اس ہنسی کا
پیش نظر ہے نقشہ کھلتی ہوئی کلی کا
یہ دانت صاف اس کے یہ ہونٹ لال اس کے
دو نیم زنگ گل ہیں چہرے میں گال اس کے

قدرت نے ان لبوں کو کیا لال کر دیا ہے — دو حرف لکھ کے گویا شنجرف بھر دیا ہے
جلد اپنی ہنسی کی شاید اس کو خبر نہیں ہے — کیا پھول کھل رہے ہیں اس پر نظر نہیں ہے
گالوں میں پڑ گئی ہے کچھ کچھ شکن ہنسی سے — چمکا ہے حسنِ فطرت اس حسنِ عارضی سے
چشمے میں منہ کو دھونا اور بار بار ہنسنا — کیا لطف دے رہا ہے بے اختیار ہنسنا
پانی میں دیکھتی ہے رخ اپنا پیارا پیارا — خوش کر رہا ہے شاید اس کو وہی نظارہ
جنبش میں عکسِ رخ کو ہنس ہنس کے دیکھتی ہے — لہروں سے کھیلنے کا شاید سبب یہی ہے
مچھلی پکڑ رہی ہے چلو میں دل لگی سے — ملتی نہیں وہ اس کو ہنستی ہے یہ اسی سے
آئینہ ہے نہ اس دم پاس اس کے آرسی ہے — دانتوں کو مانجھ کر یہ پانی میں دیکھتی ہے
پانی میں صورت اپنی اس نے جو دیکھ پائی — سمجھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی
واقف نہیں کہ ہے یہ اپنا ہی عکس پیدا — یہ راز ہو نہ یارب اس پر کبھی ہویدا
سمجھے گی عکس اپنا تو جھینپ جائے گی یہ — ہنس ہنس کے بھولے پن نے کیوں منہ پہ جھری آ گئی یہ.
کانوں میں سبز بندے کیا لطف دے رہے ہیں — ہل ہل کے خوب بوسے گالوں کے لے رہے ہیں
ہلنے سے ان کے شاید کچھ لطف آ رہا ہو — بندوں کا گدگدانا اس کو ہنسا رہا ہو
چھوٹی سی شاخِ گل کو کرتے میں رکھ لیا ہے — کانٹے نے چبھ کے شاید اس کو ہنسا دیا ہے
پیڑوں کو دیکھ کر یہ ہنستی ہے کس ادا سے — خوش کر رہی ہیں چڑیاں آوازِ نغمہ زا سے

جلد ۴

پانی میں گر پڑی یہ پھر بھی ہنسی نہ چھوڑی　　اٹھتے ہی پھول اٹھایا اور اوڑھنی نچوڑی
نازک ہیں ہاتھ اس کے پانی نچڑ سکے کیا　　کاش اوڑھنی یہ دیتی اور میں نچوڑ دیتا
جھٹکا رہی ہے دیکھو ہنس ہنس کے بال اپنے　　آنچل سے پونچھتی ہے ہر بار گال اپنے
کیا کھلکھلا رہی ہے اس کی ہنسی تو دیکھو　　رخ پر لٹیں پڑی ہیں وارفتگی تو دیکھو
ظاہر ہے بھولے پن سے قدرت کی کارسازی　　خوبی کو ناز اس پر خود اس کو بے نیازی
چھیڑوں میں اس کو لیکن جھینپے تو منہ چڑائے　　چل دے تو لطف میرا حسرت کا داغ کھائے
غم سے کبھی نہ یارب اس کی ہنسی ہو زائل　　رکھے لڑکپن اس کا اس کو ہنسی پہ مائل

کیا چیز ہے لڑکپن پروا نہیں کسی کی
اے شوق عمر طفلی ہے جان زندگی کی

شوق قدوائی

۱۴۔ یاد طفلی

کدھر گیا آہ میرا بچپن۔ نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کش تمنا۔ نہ تھی زباں آشنا فغاں سے
کہاں گئی وہ بہار طفلی۔ کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گلاب سا آہ! میرا چہرہ نہ زرد تھا جب غم خزاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھا میں ہم سرودِ قمری
جلؔہ چمن میں کرتا تھا چھیڑ پہروں میں جا کے مرغانِ نغمہ خواں سے
میں دل میں خوش تھا کہ گا رہی ہے مری محبت کا یہ ترانہ
کھلا نہ تھا رازِ عشقِ گُل کا جو مجھ کو بلبل کی داستاں سے
بہت دنوں ہمصفیر تیرا رہا ہوں بچپن کی صحبتوں میں
ہزار نغمہ سنا کیا ہوں میں او پپیہے تری زباں سے
بہائیں کاغذ کی میں نے نا دیں بہت لبِ جو بنا بنا کے
برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو ساون کی آسماں سے
کبھی شگوفوں کو چومتا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیار کرتا
نثار میں بھی تھا آہ بلبل ادائے گُل پر ہزار جاں سے
کبھی تمنا کو چاند کو میں گھر اپنے لاؤں بنا کے مہماں
کبھی یہ حسرت کہ توڑ لاؤں میں جا کے تاروں کو آسماں سے
وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب اُچکتا تھا توڑنے کو
اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دستِ بازوئے ناتواں سے
کبھی جو آئینہ میں یکایک نظر پڑی مجھ کو اپنی صورت
رہا میں پہروں ہی محوِ حیرت کہ پیاری شکل آئی یہ کہاں سے

جلد۴

لبوں پہ بچپن کے کیا نہ آئیگی اب وہ معصوم مسکراہٹ
او ہو رے الفاظ اے جوانی! وہ کیا نہ نکلینگے اب زباں سے

نسیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شام فرقت میں آئے گی کیا
جگر کے ٹکڑے اڑینگے کب تک ہوا میں آہِ شرر فشاں سے

بتوں کی تیرِ نظر کا بسمل نہ تھا (خوشا روزگارِ طفلی)
نہ لاگ شہرگ کو نیشتر سے نہ چھیڑ پہلو کو تھی سناں سے

نہ دل کو فکرِ معاش کا غم نہ مرگِ احباب کا تھا ماتم
لہو کے آنسو نہ آہ راتوں کو تھے رواں چشمِ خوں فشاں سے

نہ تھی گرانباری مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندی علائق
اسیر زنجیر غم نہ تھا میں نجات تھی شورشِ جہاں سے

مرا ہنڈولا تھا عرشِ اعظم۔ مرے کھلونے تھے چاند سورج
اُتار لاتا تھا جا کے تارے زمیں پہ راتوں کو آسماں سے

مرا گھروندا تھا گھر کا آنگن اسی میں مہماں تھا میرا بچپن
تجھے بلایا تھا کس نے ظالم شباب تو آگیا کہاں سے

رہے جو تو اے شباب مہماں بایں غم و رنج و یاس و حرماں
جلوۂ نہیں ہے یہ بھی مجھے توقع طلسم نیرنگ آسماں سے

ابھی ہے تیرا فشار باقی۔ ابھی بڑھاپا ہے آنے والا
فلک کو لینا ابھی ہے بدلے بہت سے اک جزو ناتواں سے

ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکھیڑے
سرور صدمے اٹھیں تو کیوں کر اٹھیں گے اک مشت استخواں سے

سرور جہاں آبادی

۱۵- دوشیزہ

ایک دن جو برائے سیر اٹھا — دیکھی کوٹھے پہ ایک ماہ لقا
بام روشن تھا طور کی صورت — سر سے پا تک ہی نور کی صورت
حسنِ یوسف بھی اس کے آگے ماند — چہرہ زلفوں پہ جیسے ابر میں چاند
گل سے رخسار گول گول بدن — گال جس طرح قمقمے روشن
جلوۂ حسن رشکِ شعلۂ طور — چشم بد دور آنکھیں موتی چور
رخ پہ وہ بکھرے بکھرے زلف کے بال — رگِ گل سے وہ ہونٹ گال سے لال

جلد ۴

ناک میں نیم کا فقط تنکا
شوخی چالا کی مقتضا سن کا
آستینوں کی وہ پھنسی کُرتی
جسم میں وہ شباب کی پھرتی
قدمیں آثار سب قیامت کے
گوری گردن پہ طوق منت کے
رُخ پہ گرمی سے وہ عرق کم کم
جس طرح گُل پہ قطرۂ شبنم
عکسِ رخ موتیوں کے دانوں میں
بجلیاں چھوٹی چھوٹی کانوں میں
سرو سا قد تو گل سے رخسارے
شانے بازو بھرے بھرے سارے

کیا خدا داد حُسن پایا تھا
آپ اللہ نے بنایا تھا

مرزا شوق

۱۶ - دوشیزہ

نظر آئی مسند پہ اک پیرزال
سپید و سیہ اس کے سب کے بال
قریب اس کے بیٹھی ہے اک نازنیں
کہ جنت سے اُتری کوئی حورِ عیں
قیامت کا نقشہ سلیقہ غضب
اداؤں میں خوبی کے انداز سب
نہ کیوں دل کو اس زلف سے ہو لگاؤ
بگڑنے میں بھی جس کے لاکھوں بناؤ

حلیہ

وہ لاکھا لبِ لعل پر پان کا | مسی اس پہ گویا شفق میں گھٹا
وہ برقِ تبسم جو دل پر گرے | تو آنکھوں میں تصویرِ محشر پھرے
وہ اعضا سڈول اور کاٹھی درست | سجیلا چھریرا بدن چاق و چست
تناسب بھی ہر عضو میں ذی قیاس | غضب گورے پنڈے پہ دھانی لباس
وہ صورت دل آویز زاہد فریب | میانہ وہ قد مثلِ گل جامہ زیب
تر و تازہ رخسار مانندِ گل | ان آنکھوں میں کیفیتِ جامِ مل
خط و خال موزوں وہ مژگاں دراز | وہ حسنِ خدا داد تصویرِ ناز
جہاں سوز وہ خندۂ زیرِ لب | وہ شوخی بلا کی وہ چتون غضب
وہ باریک لب اور پتلی کمر | وہ چہرہ کتابی رسیلی نظر
وہ ناگن سی چوٹی وہ افعی کا من | وہ موباف زریں میں دُرِّ عدن
وہ آنکھیں بڑی اور خاطر پسند | زنخدان باریک بینی بلند
وہ پیوستہ ابرو کشادہ جبیں | وہ ہر بات غیرتِ دہِ انگبیں
زمرد کے بندے لٹکتے ہوئے | وہ موتی کے بالے چمکتے ہوئے
کلائی میں بلور کی چوڑیاں | طلائی جڑاؤ بھی کچھ بے گماں
جواہر کے جس میں نگینے جڑے | مناسب قرینے سے چھوٹے بڑے

غرائے میں ساق بلوریں نہاں — مگر شمع فانوس میں ضوفشاں
کفِ دست و پا اس قدر نازنیں — کہ رنگِ حنا کی ضرورت نہیں

جلد۴

سراپا ضیا جملہ تنویر وہ
مگر حسن و خوبی کی تصویر وہ

بے نظیر

۱۷۔ مہ لقا

دیکھی پھر اس میں اک ستم ایجاد مہ لقا — اوپر نظر گئی جو مری سر سے تا بپا
صورت وہ تھی چاند کا ٹکڑا سا بے بہا — اور حسن کا بیان تو جاتا نہیں کیا
نقشہ وہ جس کے پاؤں پہ لوٹ پڑی پری

خونریز ابرو جان کی قاتل ہر اک نگاہ — مژگاں وہ برچھیوں کو لیئے تل رہی سپاہ
مہندی سے انگلیوں نے کئی خون بیگناہ — آنکھوں میں کھینچ رہا تھا وہ کاجل غضب سیاہ
پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کے تھرتھری

زلفیں وہ مشک ناب سی چہرہ وہ چاند سا — جگنو رہا گلے میں ستارہ سا جگمگا
گہنے کا وصف یا کہ بدن کی کہوں صفا — جاتا تھا سرخ جوڑے میں تن یوں جھمک دکھا

گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی

جلالؔ
کیا کیا کہوں میں شوخ کے عالم بناؤ کا تصویر بن رہی تھی لٹا سر سے تا بہ تھا
اس دم بندھی تھی اس کی غضب آن کر ہوا کافر کھڑی ہوئی تھی عجب ڈھب سے بن بنا
اک ہاتھ میں لے آئینہ اک ہاتھ میں چھڑی

نظیر

۱۸- خوشی کی پری

سحر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک دی وہیں آکے خوشی نے درِ دل پر دستک
پوچھا میں کون ہے۔ بولی کہ وہ میں ہوں غافل نہ لگے شوق میں جس کی کبھو شائق کی پلک
ہے پری نام مرا میں ہوں عزیزِ دلہا زندگانی کی حلاوت ہے جہاں میں مجھ تک
کھول آغوشِ دل اور لے مجھے جلدی ناداں پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک
آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں تو ہے اک بادلہ پوش سر سے لے غرقِ جواہر میں ہے وہ پاؤں تلک
زلفیں یوں بکھری ہوئی چہرہ پہ ناگنیں بھیڑدل جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک
حُسن سے کان کے آویزے میں لطف کہ جوں مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک
مسی آلودہ لب اخگر تھے تہِ خاکستر کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کی جاتی تھی دہک

جلد۴

سلکِ گوہر نے صفا دام لی اُن دانتوں سے برقِ دریوزہ کرے موجِ تبسّم کی چمک

قامت ایسا ہی کہ ہنگامِ خرام اس کے اگر
آگے آ جائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

ناگہ اس شوخ نے مجھ سے یہ کہا ای سوداؔ اب تو شیشہ مۓ اندوہ کا پتھر سے پٹک
یہ کوئی طرز ہی رہنے کا زمیں پر نادان یہ کوئی طور ہی جینے کا ترے زیرِ فلک
نہ کبھی گھر میں ترے ناچ میں ہوتے دیکھا نہ ترے در پہ سنی آ کے پکھاوج کی گمک
آج وہ دن ہی کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں کہیں ہوتی ہی بھگت اور کہیں ہی ادلک
یاں تلک شیخ و برہمن ہیں طرب کے مصروف دیر میں بجتی ہی مردنگ حرم میں ڈھولک
سُن کے میں نے یہ کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز خیر ہی، بات سمجھ کر تو کہ اتنا نہ بہک
ہی سبب کیونکہ میں اندوہ کی الفت چھوڑوں کس طرح دوستیٔ غم کروں دل سے منفک
کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ مگر سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہنچا اب تک

آج اس شخص کی ہی سال گرہ کی شادی
کہ بصورت ہی وہ انسان بسیرت ہی ملک

سوداؔ

جلد۴

۱۹- موتی

رہے ہیں اب تو پاس اس شوخ کے شام و سحر موتی
جبیں پر موتی اور بسیر میں موتی مانگ پر موتی
ادھر جگنو ادھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی
بھرے ہیں اس پری میں یارو اب تو سر بسر موتی
گلے میں کان میں نتھ میں جدھر دیکھو ادھر موتی
کوئی اس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اچھلتا ہے
کوئی بندوں سے مل کر کان کی نرموں میں ہلتا ہے
لپٹ کر دھار گی میں کوئی سینہ پر مچلتا ہے
کوئی جھمکوں میں جھولے ہے کوئی بالی پہ ہلتا ہے
یہ کچھ لذّت ہے جب اپنا چھدا لیتے ہیں جگر موتی
کبھی وہ نازنیں ہنس کر جو کچھ باتیں بناتی ہے
تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے

اداؤ ناز میں چنچل عجب عالم دکھاتی ہے
وہ سمرن موتیوں کی انگلیوں میں جب پھراتی ہے
تو صدقے اس کے ہوتے ہیں پٹے ہر پور پر موتی جلد۱

غلط ہے اس لب رنگیں کو برگ گل سے کیا نسبت
کہ جن کی ہے عقیق اور پئے اور یاقوت کو حسرت
اداہٹ کچھ مسی کی اور کچھ اس پر پان کی رنگت
وہ ہنستی ہی تو کھلتا ہے جواہر خانۂ قدرت
ادھر لعل اور اُدھر نیلم ادھر مرجان ادھر موتی

کبھی جو بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے
نزاکت سے عرق کی بوند بھی مکھڑے کو دھوتی ہے
بدن بھی موتی سرتا پاؤں سے پہنے بھی موتی ہو
سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہو
کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ تر موتی

گلے میں اس کے جس دم موتیوں کے ہار ہوتے ہیں
چمن کے گل سب اس کے وصف میں موتی پروتے ہیں

جلد۲

نہ تنہا رشک سے قطرات شبنم دل میں روتے ہیں
فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں
پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہو وہ رشکِ قمر موتی

وہ زیور موتیوں کا واہ اور کچھ تن وہ موتی سا
پھر اس پر موتیا کے ہار بازو بند اور گجرا
سراپا زیب و زینت ہیں وہ عالم دیکھ کر اس کا
جو کہتا ہوں ارے ظالم ٹک اپنا نام تو بتلا
تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہو وہ جادو نظر موتی

کڑے پازیب توڑے جس گھڑی آپس میں لڑتے ہیں
تو ہر جھنکار میں کس کس طرح باہم جھگڑتے ہیں
کسی دل سے بگڑتے ہیں کسی کے جی پہ اڑتے ہیں
کڑے سونے کے کیا موتی بھی اس کے پاؤں پڑتے ہیں
اگر باور نہیں دیکھو ہیں اس کی کفش پر موتی

خفا ہو ان دنوں کچھ روٹھ بیٹھی ہو جو ہم سے دو
تو اس کے غم میں جو ہم پہ گزرتا ہے سو مت پوچھو

جلد ۴

چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے ہجر میں غش ہو
وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یارو
بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشم تر موتی
شفق میں اتفاقاً جیسے سورج ڈوب کر نکلے
دیا ابرِ گلابی میں کہیں بجلی چمک جائے
بیاں ہو کس طرح سے آہ اس عالم کو کیا کہئے
تبسّم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اس کے
کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی
ہمیں کیوں کر پہ نیزادوں سے بوسوں کے نہ ہوں لینے
جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پروا رئیے گہنے
سخن کی کچھ جو اس کے دل میں ہے الفت لگی رہنے
نظیرؔ اس ریختہ کو سن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے
اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے اک تھال بھر موتی

نظیرؔ

۲۰۔ شوخ چنچل

نظر آیا مجھے اک شوخ ایسا نازنیں چنچل — کہ جس کی دیکھ کر سج دھج مرا دل ہو گیا بیکل
ادا بھی چلبلی اور آن میں بھی کچھ عجب چھلبل — فسونگر انکھڑیاں ظالم کی اور جس پہ لگا کاجل
کبھی نظریں لڑائے اور کبھی مکھڑے پہ ڈالے آنچل — پڑا اور کان میں جھمکے گلے میں سج رہی ہیکل

نگارے گلعذارے نوبہارے نازنیں رائے
دلارائے پری شکلے تنے شوخے دل آرائے

نظیر

۲۱ - شوخیِ رفتار

عجب چال سے وہ چلی نازنیں — کہ مستی میں پاؤں کہیں کا کہیں
بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال — کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی — کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی

عجب ایک عالم تھا بیساختہ
کہ عالم کا تھا اس سے دل باختہ

میر حسن

جلد۴

۲۲۔ جھپک

آئی تھی اک حور مجھے دیکھ ہٹ گئی
دانتوں کے نیچے داب زباں جھٹ پلٹ گئی
آہٹ کو میری تاڑ کے چوکھٹ سی جھٹ اچک
جھٹ پٹ وہ ہٹ کواڑ کے پٹ سی چمٹ گئی

نظیر

۲۳۔ ادھر آتو پھول والے

یہ صدا کسی کی سن کر یہ ہار بیچ ڈالے
وہ کھڑے پکارتے ہیں ادھر آتو پھول والے

وہ زمانہ کم سنی کا وہ بناؤ سادگی کا
کہ پڑے ہیں کانوں میں بھی ابھی سادہ سادہ بالے

وہ ہی رنگ ارغوانی وہ اٹھان پر جوانی
وہ شریر چتونیں ہیں کہ ہیں ہیں جی کے لالے

وہ ادا ادا میں مستی وہ حیا حیا میں شوخی
وہ نظر نظر میں جادو جو چاہے سو جگا لے

وہ متانت اور تمکیں وہ لب ان کی کتنی شیریں
مہ نو میں بال آئے جو بل ابرووں میں ڈالے

وہ مژہ کی تیر آفت وہ نگاہیں اک قیامت
جو ادا ہی وہ نئی ہی جو چلن ہیں وہ نرالے

جلد۴

مجھے کر نہ دیں پریشاں کہیں بکھری بکھری گیسو — مرے دل کے ہوں نہ گاہک یہ دل لبھانے والے

یہی راز دار دل ہیں یہی پردہ دار دل ہیں — جنہیں چلمنوں سے دیکھا ابھی ہم نے سر نکالے

نہ تو شوق دلربائی نہ تو ذوق خود نمائی — کشش ایسی حسن کی ہے کہ کھچے ہیں کھینچنے والے

کوئی شیخ مبتلا ہے کوئی برہمن فدا ہے — کوئی کھینچتا ہے آہیں کوئی کر رہا ہے نالے

تری شوخیوں کے صدقے تری اس ادا کے قرباں — کہ تڑپ تڑپ گئے ہیں جسے سن کے سننے والے

مرے دل کو ہے یہ حسرت کہ وہ مست ناز الفت
پھر اسی ادا سے کہدے ادھر آ تو پھول والی

صفدر مرزاپوری

۲۴ - ایک صبح کی عبادت گزار

(ایک تصویر کا سراپا)

واہ کیا صبح کا عالم ہے خدا کی قدرت — مہر خاموشی بس اب توڑنے کو ہے خلقت

جھلملا کر وہ چھپے جاتے ہیں تارے دیکھو — پڑ گئی پھیکی وہ مہتاب کی گہری رنگت

آشیانوں میں چہکنے لگے خوش لہجہ طیور — بے زبانوں کی زباں پر بھی ہے سرِّ وحدت

سنکھ پھکنے لگے بجنے لگے گھنٹے گھڑیال — اٹھی ہر قوم عبادت کو پھر حسبِ عادت

بندھ گئیں لاکھوں صفیں اس کی حضوری کے لئے
وہ سنی جانے لگی بعد ازاں قد قامت

ایسے عالم میں ہے اک معبد عالی کی نمود — سامنے میز کے استادہ ہے اک خوش قامت
میز کیا ہے کہ یہ اک رحل ہے قدِ آدم — ہے کھلی جس پہ کتاب ایک ادائے قرأت
پڑھنے والے کا جو انداز ہے وہ کیونکر دکھاؤں — موقلم کی نہیں ہے اپنے قلم میں قدرت
بھولی بھالی سی ہے اک چینی کی صورت گویا — ہے فرشتہ کہ پری کہئے کہ حورِ جنت
کس قدر کھلتا ہے اس جسم پہ یہ گون سیاہ — سینے پر جھاگ سی جھالر وہ کفوں کی حالت
گورا بھرا سادہ چہرہ تو بھبوکا سے وہ گال — جس پہ اک اور بھی معصوم پنے کی رنگت
کولوں تک آئے ہوئے اس کے سنہری وہ بال — مانگ ہے یا کہ نشانے پہ بیاضِ قدرت
پتلیاں اٹھی ہوئیں دھیان میں اوپر کی طرف — چلیں نیلم کی یہ دو تیتریاں توڑ کے چھت
لعلِ رنگیں کا دو پلکا کہے ان ہونٹوں کو — اب کھلی بات کسی طرح ذرا ہو حرکت
جیسے بلور چمکتا ہوا ایسی ٹھوڑی — لمبی گردن سے صراحی کے گلے کو خجلت
چاند سا سینہ بھرا جسم جوانی کا یہ جوش — لطف آجائے اگر جھومے یہ سروِ قامت
وہاں اس وقت ہے معبود کی طاعت کا دھیان — بات کرنے کے اشارے نہ زباں میں قدرت
کہنیاں ہاتھوں کی بس رحل کے اوپر ہیں ٹکی — انگلیاں جن کی کہ پیوستہ ہوئی ہیں ات گت

ایسی صورت پہ بھی خالق کو نہ رحم آئے گا
ایسے بندہ پہ بھی کیونکر نہ کرے گا رحمت

شاعر

۲۵- نوشہ کا حمام

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں
عرق آگیا اس کے اندام میں
تنِ نازنیں نم ہوا اس کا کل
کہ جس طرح ڈوبے ہی شبنم میں گل
پرستار باندھی ہوئے لنگیاں
مہ و مہر سے طاش لیکر وہاں
لگے ملنے اس گلبدن کا بدن
ہوا ڈہڑہا آب سے وہ چمن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک
برسنے میں بجلی کے جیسے چمک
لبوں پر جو پانی پڑا سر بسر
نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر
ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس
کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس
لگا ہونے ظاہر یہ اعجازِ حسن
ٹپکنے لگا اس سے اندازِ حسن
گیا حوض میں جب شۂ بے نظیر
پڑا آب میں عکس ماہِ منیر
وہ گورا بدن اور بال اس کے تر
کہے تو کہ ساون کی شامِ سحر

جلد ۴

زمیں پر تھا ایک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوّارہ ساں آب ریز

زمرّد کے لے ہاتھ میں سنگ پا
کیا خادموں نے وہ آہنگِ پا

ہنسا کھلکھلا کر گلِ نوبہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اس نازنیں کا ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوئی جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
چمکتا رہے یوں فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ
اڑھا کھیس لائے اسی ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گُل اس طرح
کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

میر حسن

۲۶ - سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادے جواں بخت کے سر پر سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حُسنِ دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

جلد۲ ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کیے ہوں گے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

رخ پہ دولہا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے رگِ ابرِ گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز
چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا

تارِ ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گرانباریٔ گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا

غالب

۲۷ - سہرا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتیِ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

جلد۴

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید — رخِ پُر نور پہ ہے تیرے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ — دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہِ اختر سہرا

تابنی اور بنے ہیں رسنِ اخلاص بہم — گوندھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی — گائیں مرغانِ نواسنج نہ کیوں کر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیری برستے انوار — تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرائش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں صد کان گہر میں چھوڑا — تیرا بنوایا ہے لے کر جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار — اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طرّہ ہے مزیّن تو گلے میں بدّھی — کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو منہ پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہِ خورشید فلک — کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے — دمِ نظّارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آب مضامیں سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوقِ ثنا گر سہرا

جس کو دعویٰ ہے سخن کا یہ سنا دو اس کو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

ذوق

جلد ۲

۲۸- شادی کی دھوم

بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز — چڑھا بیاہنے وہ مہِ شب فروز
محل سے نکل جب ہوا وہ سوار — بجے شادیانے بہم ایک بار
کوئی دوڑ گھوڑے کو لانے لگا — کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
سپر اور قبضے کھڑکنے لگے — سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے
ٹکورے وہ نوبت کے اور اُن کی بعد — گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
وہ رستہ جو روشن چراغاں ہوئے — تلنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق — وہ آوازِ سرنا وہ آوازِ بوق
وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ — کہے تو کہ تنگے کے اوجھل پہاڑ
دو رستہ برابر برابر وہ تخت — کسی پر کنول اور کسی پر درخت
اناروں کا دغنا بھچنپی کا زور — ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار — ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار
جب آئی وہ دلہن کے گھر پر برات — کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات
بلوریں دھرے شمعداں بے شمار — چڑھیں بتیاں موم کی چار چار

نئے رنگ کے اور نئے طور کے
دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس
ملے ایک سے ایک سب پیش و پس جلد۲

وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا
برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان
پلا سب کو شربت دئیے ہار پان

وہ سب ہو چکے جب کہ رسم و رسوم
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم

سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت
وہ دُلہن کی رخصت وہ رونے کا وقت

وہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جُدا
وہ ماں باپ کا اور رونا جُدا

نکلتے وہ جانا محل سے جہیز
کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز

یہاں موت ہی اہل عرفان کو
کہ جانا ہے اک دن یونہی جان کو

وہ جو دردمندی سے ہیں آشنا
وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا

میر حسن

۲۹- جُلوس

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم

برابر برابر گھوڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار

جلد ۱

سنہری روپہلی وہ عماریاں | شب روز کی سی طرحداریاں
چمکتے ہوئے بادلے کے نشاں | سواروں کی خشت اور بانوں کی شاں
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی | جھلا بور کی جگمگی نالکی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں | اور ان کے دبی پاؤں کی پھرتیاں
بندھی پگڑیاں طاش کے سراوپر | چکاچوند میں جس سے آوے نظر
وہ ہاتھوں میں سونے کے موڑ کڑی | جھلک جن کی ہر ہر قدم پر پڑی
وہ ماہی مراتب وہ تختِ رواں | وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں کی صدا خوشنما | سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی | قدم با قدم بالباسِ زری
بجاتے ہوئے شادیانے تمام | چلے آگے آگے ملے شادکام
سوار اور پیادے صغیر اور کبیر | جلو میں تمامی امیر و وزیر
وہ نذریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں | شہ و شاہزادی کو گزرانیاں
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار | چلے سب قرینے سے باندھی قطار
سجے اور سجائے سبھی خاص و عام | لباسِ زری میں ملبس تمام
طرق کے طرق اور بنے کے تھے | کچھ ادھر ادھر کچھ ورے کچھ پرے

جلد۴

وہ نیلوں کی اور میگڈمبر کی شال ۔۔۔ جھلکتے وہ مقیش کے سائباں
چلے پایۂ تخت ہو کے قریب ۔۔۔ بدستور شاہانہ نبتی جریب
سواری کے آگے پئے اہتمام ۔۔۔ لئے سونے روپے کے عاصے تمام
نقیب اور جلودار اور چوبدار ۔۔۔ یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار
اسی اپنے معمول و دستور سے ۔۔۔ ادب سے تفاوت سے اور دور سے
یلا نوجوانوں بڑھے جائیو ۔۔۔ دو جانب سے باگیں لیئے آئیو
بڑھی جائے آگے سے چلتے قدم ۔۔۔ بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
غرض اس طرح سے سواری چلی ۔۔۔ کہے تو کہ بادِ بہاری چلی
تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم ۔۔۔ کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی ہوم
لگا قلعہ سے شہر کی حد تلک ۔۔۔ دکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک
کیا تھا زبس شہر آئینہ بند ۔۔۔ ہوا چوک کا لطف واں چار چند
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ ۔۔۔ گزرتی تھی رک رک کے ہر جا نگاہ
ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن ۔۔۔ ہر اک سطح تھی جوں زمینِ چمن
لگا ننھ سے تا نحیف و ضعیف ۔۔۔ تماشے کو نکلے وضیع و شریف
نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام ۔۔۔ کیا اس نے جھک جھک کے اس کو سلام

جلد۴

دعا شاہ کو دی کہ بار الٰہ
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

میر حسن

۳۰۔ شادی کی دھوم

وہ جیغہ وہ سرپیچ جوہر نگار
عدو کو یہ اختر ہے دنبالہ دار

نہ الماس کے تکمہ کا ہے ظہور
گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور

وہ بازو پہ کیا نورتن جلوہ گر
کئی رنگ کے پھول اک شاخ پر

کمر بند میں تکمۂ لعل ناب
شفق رنگ نصف النہار آفتاب

دلوں میں یہ کس کی شادی کے چاؤ
کہ ہے شاہدان چمن کا بناؤ

رکھ آئینۂ آب کو روبرو
سنورتا ہے سروِ لب آب جو

ہر اک سو عجب ہیں خوش اندازیاں
حلے سازیاں حلہ پردازیاں

ہر اک برج پر روشنی کا عروج
زمیں آسماں دار ذات البروج

فلک پر تھی دو دِ چراغاں کو راہ
لگا لینے کاجل سکورے پہ ماہ

مچا شادیانوں کا غل تا فلک
گئے بھول تسبیح خوانی ملک

جلد۴

یہ ہر ایک شہنا سے آئی صدا | کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
کرے فیض کا تجھ سے وہ اکتساب | کہ نوشہ ہو مہ اور تو آفتاب
رہے ساز تا دستِ ناہید میں | شباہت ہو تا جامِ خورشید میں
تری بزم میں جام ہو روز و شب
مے عیش اور نغمہ ہائے طرب

ممنون

اس شادی کی دھوم

ہے جہاں کہیں تماشا گاہ | آصف الدولہ کا رچا ہے بیاہ
نئے سر سے جواں ہوا ہے جہاں | عیش و عشرت کے محو خورد و کلاں
ہر طرف شہر میں ہے آرائش | رہ رواں کی نہیں ہے گنجائش
ماہ سے ماہتاب کی ہے طرح | کس سے ہو لطف روشنی کی شرح
شبِ شادی کی دھوم کی کیا بات | روز روشن تھی روشنی سے رات
دو طرف چھوٹتے جو ہیں گے انار | راہ و رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
کیا ستاروں کا چھوٹنا کہیے | آسماں کی طرف ہی تک رہیے

جلوہ

کاغذیں باغ کیا تماشا ہے
پھول کترائے گل تراشا ہے

ہے سواری کے فیل کی وہ دھوم
جیسے ابر بہار آوے جھوم

آئے دولت سرا سے ہو کے سوار
لعل ناب و گہر ہیں صرف نثار

اک مہابت کے ساتھ فیل نشاں
آگے مانند کوہ زر کے رواں

اور ہاتھی ہیں جھومتے جاتے
جیسے آویں جوان مد ماتے

پلٹنیں جاتی ہیں برابر یوں
صف ہو مژگان دلبروں کی جوں

یال بستہ رکاب میں ہیں تنگ
جن کے دیکھے کمیت چرخ ہے دنگ

خوش سواری و خوش جلو خوش راہ
باگ اُچکے تو پھر نہ ٹھیرے نگاہ

گردنوں میں پڑیں حمائل گل
ہے جلو میں بصد شمائل گل

تھے پرے یرا و چھیڑے اڑ جاویں
آنکھ پھیرو تو گل سے مُرجاویں

نوبتی اب طبیعتوں کو رجھاؤ
چل سواری کا ٹک اصول بجاؤ

چوب نقارے پر لگا اس ڈھب
کہ رکھیں گوش اس صدا پر سب

ایک دو دن بجائے جاؤ یونہیں
دل کش آواز گائے جاؤ یونہیں

پھینکتے ہیں جو دستہ دستہ گل
رہ گزر میں ہے رستہ رستہ گل

جلد ۴

ہو مبارک یہ جشن خوش انجام
دور گردوں بکام عیش مدام

میر

۳۲۔ جلوس

چل سواری کا سیر بھی ہی بڑا
ایک عالم ہی دونوں رستے کھڑا

جل زربفت پوش فیل نشاں
کوہ زر سا ہی پیش پیش رواں

گل کی پاکھر پڑی ہوئی یک بار
ہاتھی آیا برنگ ابر بہار

زری پوشوں کا پیش و پس انبوہ
اللہ اللہ ری ان کی شان شکوہ

توریں کتنے سونے کے سے پہاڑ
آگے روپے کی روشنی کے جھاڑ

موتی کرتے تھے ہر طرف سے نثار
تھا مگر فیل ابر گوہر بار

ہیں جلو میں زمینیاں حاضر
جاہ کے آسمانیاں ناظر

عمدہ سب ساتھ ہیں وزیر سمیت
شاعراں مدح خوان میر سمیت

تازی ترکی عراقی و عربی
کوتل آگے تھے خوش جلو میں سبھی

رہن رکھ لو جہاں کہ منہ کے نرم
چھیڑے باد سموم سے ہوں گرم

جلدہ

روشنی بھی ہے کوئی ہنگامہ ... سیر میں گرم ہوگیا جامہ
شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن ... زور پھولا ہے کاغذیں گلشن
تو میں کیا ڈھالیں ہیں ستاروں کی ... کھوئی رونق فلک کے تاروں کی
چھوٹتے ہیں انار و مہتابی ... رنگ ہیں دلبروں کے مہتابی

ماہ بھی چشم روشنی کے لئے
ہے چراغاں ستارگاں سے کئے

میر

۳۳۔ بہار آتش بازی

اندھیرا گیا غرب میں شام کا ... ہوا دور ماہ بدر کے جام کا
وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے ... زبرجد پہ الماس جڑنے لگے
شب ماہ جلوہ دکھانے لگی ... زمانے پہ حیرت سی چھانے لگی
لب جو نظر آئی ایک بارگاہ ... فلک قدر کیواں حشم عرش جاہ
منقش سراپردۂ سبز فام ... جواہر نگار و مطلا تمام
لب جو ہی سرو چراغاں کا باغ ... کنارے کنارے منور چراغ

جلد۲

فروزاں ہیں مہتابیاں اس قدر — کہ غالب ہے نور اں کا مہتاب پر
وہ لہروں میں عکس تجلّی کی ضو — لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی لو
ہوائی کا گردوں پہ وہ چھوٹنا — کرن کا وہ مہتاب کی پھوٹنا
وہ چرخی کا چرخ اور بانوں کا توڑ — وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا موڑ
وہ ہتھ پھول فرشی وہ فرشی انار — وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن — کھلے چاندنی پر چمن کے چمن
مسالا بھرا ان میں وہ گلفشاں — دھوئیں کا نہیں نام کو بھی نشاں
ابھی تک چمکتے ہیں گل جا بجا — ذرا بھی نہ چادر کو دھبہ لگا
غبارے وہ ڈوبے ہوئے سربسر — ستارے بنے دیکھئے چرخ پر

پریزاد و گل چہرہ و رشک حور
ادب سے کھڑے ہیں قریب اور دور

بے نظیر

۳۴۔ چراغاں

عجب ڈھب سے کی روشنی صد عجب — کہ دیں چھوڑ نادیں دیئے بھر کے سب
جدا ہوویں تو غنچہ غنچہ چراغ — ملے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ

ورے روشنی شعلہ انگیز نار | پرے سطح پانی کا آئینہ وار
ہوئیں کشتیاں کچھ ورے سے پرے | چراغوں سے موجوں کے کوچے بھرے
حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب | حبابی تھا آئینہ سب سطح آب
نمودار چرخِ پر انجم تھی شب | دیوں سے وہ پھیلا وپانی کا شب

غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ
لگا دی ہے گویا کہ پانی میں آگ

میرؔ

۳۵- بہار روشنی

روشن الدولہ کی تھی روشنی | کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغاں گرچہ تھے درگاہ تک | تھے تماشائی گدا و شاہ تک
راہ میں ترپولئے مینار تھے | روشنی کے کوچہ و بازار تھے
ایک عالم دیکھتا تھا دور سے | رات دن تھی روشنی کے نور سے
اب تو ہفت اقلیم کا عالم ہے یاں | دیکھو تو ہر جنس کا آدم ہے یاں
کیسی کیسی دیکھیں شکلیں تازیاں | سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں

جلد۲

ہاتھی آئے کوہ پیکر کیا بنے　　جیسے مدھ ماتے جواں ہوں لڑنے
ٹٹیاں دریا کے باندھیں دو طرف　　کیا چراغاں آسماں کی ہو طرف
تھا جہاں تک آب دریا کا بہاؤ　　واں تلک تھا اس چراغاں کا دکھاؤ
ان دیوں کے عکس سے دریا کا آب　　آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب
کشتیوں میں جو دیئے بھر کر چلے　　پانی میں شعلوں کے ریلے ہی چلے
دیکھے جاتے تھے چراغاں آب میں　　شعلے تھے لہروں کے پیچ و تاب میں
منعکس تھے جو چراغاں تہ تلک　　آب کی وسعت تھی یہ بزم فلک
گنج چھوٹے ایک سے روشن تھی جھاڑ　　دو طرف جس طرح سے جھڑتی ہو باڑ
اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے　　ناگہاں جوں ہو وہیں تارے ٹوٹتے
ہر دو جانب چن گئے ناری انار　　گلفشانی سے انہوں کی تھی بہار
ماہتابی اک طرف سے جو دغی　　چاند سا نکلا ہوئے حیراں سبھی
متصل تو ہیں ستاروں کی دغیں　　لوگوں کی آنکھیں فلک سے جا لگیں
دیکھیاں کیا کیا نہ شعلہ خیزیاں　　تھی ہوا میں سے ستارہ ریزیاں
نذر کو نواب کی اہل فرنگ　　لیکے آتش بازی آئے رنگ رنگ
داغیاں تو ہیں ہوائی ایک بار　　پھیلے تارے آسماں میں بے شمار

جلد۴

عرصہ گلریزی سے گلشن ہو گیا چرخ ان تاروں سے روشن ہو گیا
گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا
اس روش کی دھوم کا اودھم نہ تھا

میر

۳۶۔ آرائش ایوان

اسی طرح وہ سب کے سب آن میں ہوئے جلوہ گر آ کے ایوان میں
غرض دیکھتا بھالتا ہر مکاں سرِ بام پہنچا وہ شاہِ جہاں
تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر نگاہیں پھسلتی ہیں دیوار پر
کنول جھاڑ فانوس ہانڈی گلاس ہر اک وضع کے آئینے بے قیاس
لگے ہیں قرینے سے سب جابجا جناں کی طرح سارا کمرہ سجا
چڑھی ہیں بتیاں مشک و کافور کی تجلّی ہر اک شمع میں نور کی
منبت منقش در و بام سب مہیّا ہر اِک سازِ عیش و طرب
جو شہ کو پسند آ گیا وہ مکاں اسی جا کیا خاصہ بھی نوش جاں
وہیں دیر تک گرم صحبت رہی بہم رسم و حرف و حکایت رہی

فراغت ہوئی جشن راحت سے جب
زرا دیر کو سو رہے سب کے سب

جلد ۲

بے نظیر

۳۷- خوابگاہ

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ ۔۔۔ جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
سراسر ادھر قمچے زری باف کے ۔۔۔ کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کھنچی چادر اک اس پہ شبنم کی صاف ۔۔۔ کہ ہو چاندنی جس صفا کا غلاف
کسے اس پہ کس نے وہ نقشیں کے ۔۔۔ کہ جھبوں میں تھے جن کے موتی ٹکے
دھرے اس پہ تکیے کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم

میر حسن

۳۸- عروس

پرستاروں نے یہ اُس کو بنایا ۔۔۔ جہاں میں حورِ جنّت کر دکھایا
محبت صورت سے کی بالوں میں کنگھی ۔۔۔ کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی

جلد۲

لپٹ آئی جو یوں زلفوں کی یکبار
ہوئی کافور بوئے مشک تاتار

کھجوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی
کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی

جب اس کی موتیوں سے مانگ بھر دی
فلک نے کہکشاں قربان کر دی

جو ٹیکا اس کے ماتھے پر لگایا
قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا

برنگ مہر تاباں تھا جو چہرہ
ہوا تار شعاعی منہ پہ سہرہ

وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی
چق مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی

جب اس کے کان میں پہنایا جھمکا
پریشاں ہو گیا عقد ثریّا

پہنکر نتھ خوشی سے رنگ ڈمکا
وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں چمکا

مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے
چمکتے تھے شب یلدا میں تارے

مسی ملکر جب اس نے پان کھایا
یہ مطلع پڑھ کے ناسخ کا سنایا

مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے
تماشہ ہے تہ آتش دھواں ہے

بنایا خال کاجل سے ذقن پر
عجب جوبن تھا اس رشک قمر پر

چڑھی منہ پر دلہن کے ایسی شیرینی
کہ پھیکی پڑ گئی نظروں میں شیریں

گلے میں پہنا جب موتی کا مالا
بنات النعش کو حیرت میں ڈالا

اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے تھے
زر خالص کے زیب پا چھڑے تھے

بہت اس کے سوا بھی اور گہنا
مناسب جس جگہ تھا اس نے پہنا

جلد ۴

میر حسن

۳۹۔ عروس خواب

سو گیا بالش پہ سر رکھ کر دم فکر سخن
ناگہاں آئی نظر اک لعبتِ سیمیں بدن

الجھے سلجھے بال مستانہ ادا متوالی چال
تیکھی چتون۔ گورے گورے گال چھوٹا سا دہن

ننھی ننھی انگلیاں۔ پتلی کمر۔ بوٹا سا قد
اس پہ سونے میں سہاگہ جامہ زیبی کی پھبن

گوری گوری ساق پیچھے پیاری پیاری پنڈلیاں
قد چھریرا جسم سانچے میں ڈھلا: نازک بدن

ننھے ننھے دانت۔ کلیاں موتیا کی خوشنما
پتلے پتلے نرم و نازک ہونٹ برگ یاسمن

تھے لب رنگیں پہ مسی کی اداہٹ کے نشاں
اودے اودے فالسوں کا تھا شگفتہ اک چمن

دوش پر زرکش ردا۔ چہرے پہ زرینہ نقاب
سیم قامت۔ سیمبر۔ سیمیں بدن۔ سیمیں ذقن

لب میں تھی جان پچوری آنکھوں میں سحر سامری
قد میں تھی فتنہ گری رفتار میں تھا بانکپن

رخ کے افشاں کا عجب عالم تحیر خیز تھا
دن میں آئی تھی نظر تاروں بھری اک انجمن

دستِ قدرت نے بنائی تھی عجب زلفِ سیاہ
کس دیا گویا کسوٹی پر تھا کندن سا بدن

گورے گوری ہاتھوں میں تھیں دھانی چوڑیاں
پیارے پیارے بازووں میں ہلکی ہلکی نورتن
بھینی بھینی بس کہ آتی تھی تنِ نازک سے بو
صانعِ قدرت نے صندل کا بنایا تھا بدن
کیا کہوں اس نازنیں کا عالمِ حسنِ شباب
پھوٹ نکلی تھی جوانی بن کے سورج کی کرن
اک نمونہ تھی یدِ قدرت کا کافر الغرض
بھولی بھولی شکل تھی اور گورا گورا تھا بدن

جب نظر اس دھج سے آئی وہ عروسِ مہ لقا
لیگئی دل کو اڑا کر صاف گھونگھٹ کی پھبن

سرور جہاں آبادی

۴۰۔ مفلس کے گھر شادی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہے بول بول
پیسا کہاں جو جا کے وہ لا دے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہے کہ ہو جیسے پھوٹا ڈھول
گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہے ٹھٹھول

ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہووے تو بھائی نہ ساتھی ہے
نے روشنی نہ باجے کی آوازہ آتی ہے
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھ جاتی ہے
بیٹا بنا ہے دولہ تو باوا براتی ہے

مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہی سحر کو تو یہ بلا شہدا زنا نا ہیجڑا اور بھاٹ منڈ چڑا
گھیرے ہوئے اسے چلے جاتی ہیں جا بجا وہ آگے آگے لڑتا ہوا جاتا ہے چلا جلد۴
اور پیچھے تھڑیوں کو بجاتی ہے مفلسی
دروازے پر زنانے بجاتے ہیں تالیاں اور گھر میں بیٹھی ڈومنی دیتی ہیں گالیاں
مالن گلے کی ہار ہو۔ دوڑے لے ڈالیاں سقہ کھڑا سناتا ہے باتیں رذالیاں
یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہے مفلسی

نظیر

۴۱۔ غریب بی بی

ایک مشفق ہیں ہمارے مہرباں خوبصورت خوب سیرت نوجواں
ناگہاں اک روز ہم سے مل گئے دیکھتے ہی شکل جوں گل کھل گئے
جب ہوئی آپس میں ہم اور وہ دوچار آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھتا کیا ہوں کہ عالم اور ہی گرد رخساروں کے خط کا دور ہی
چہرہ مسوں سے ہی سارا بدنما رنگ منہ کا اڑ گیا جیسے ہما
ہو گیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ جیسے آئینے کو کھا جاتا ہی زنگ

جلد۲

تب کہا میں یار یہ کیا ہے بلا — کہنے لاگا ذکر اس کا مت چلا
چپ ہی بہتر ہے کچھ اس مذکور سے — سنیئے آوازہ ڈہل کو دور سے
بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی — میں نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی
جب تلک اک عالمِ تجرید تھا — ہم کو جو دن تھا سو روزِ عید تھا
کتخدائی کا ہے جب سے اتفاق — زندگانی ہوگئی ہے جی پہ شاق
دوست دشمن کا نہیں کچھ اس میں دوس — آسماں سے پڑگئی ہے مجھ پہ اوس
اپنی صورت کا تو اتنا غم نہیں — پر یہ صورت ہے تو اک دم ہم نہیں
جو کوئی آٹھوں پہر غمناک ہو — شکل و صورت اس کی پھر کیا خاک ہو
آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی — جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
بیاہ کی تھی رات مجھ پر یوں کٹھن — چاند کو لگتا ہے جیسے کہ گہن
جب سے ہوں میں اس بلا میں مبتلا — رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا
یہ تو جلدی سے کہیں یا رب مرے — ایسا تیسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
سن چکا جب اس سے میں یہ ماجرا — ہو چکا قصے سے اس کے آشنا
تب کہا میں عقل سے یہ دور ہے — کونسا اے یار یہ مذکور ہے
جب سے دنیا میں ہے انساں کی سرشت — کوئی روئے خوب ہے اور کوئی زشت

جلدؔ

ماٹی کی مورت بناوے ہی کمہار — کوئی بدصورت کوئی ہی تاجدار

بس ہی کیا لازم کہ صورت خوب ہو — آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو

جس کو جیسا کچھ بنایا بن گیا — شکل انساں میں جو آیا بن گیا

دیکھ بدصورت کو مت ہنس کھلکھلا — اس میں ہو جاتا ہے صانع کا گلا

جس کو دیکھا ہم نے سو معیوب ہے — فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے

گنج خوبی مار سے خالی نہیں — دامنِ گل خار سے خالی نہیں

چاند کو کیسا دیا حق نے شرف — لگ گیا ہی ساتھ اس کے بھی کلف

صورت اور سیرت کا باہم اتفاق — ایسا ہوتا ہی بہت کم اتفاق

خوبرو اکثر ہیں اپنے مہرباں — لیک بدباطن ہیں اور وہ بدگماں

آشنا سیرت سے ہو جیسے میری جاں — صورتِ ظاہر تو ہی یہ کوئی آں

کر اسی سے تو قیاس اے میری یار — کوئی دن بھی آہ تجھ پر کیا بہار

اب ترا وہ رنگ و روغن ہے کہاں — وہ تری صورت وہ جوبن ہی کہاں

کیجئے صورت کا بس کیا اعتبار — کوئی دن ہی یہ بھی جوں فصلِ بہار

آدمی کو چاہیے وارستگی — صورتِ فانی سے کیا دلبستگی

زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار — شکل و صورت کا تو ہی کیا اعتبار

جلد۱

۴۲ - خادمہ

استنے میں گھر سے نکلی اک عورت — سانولا رنگ چلبلی صورت
لال نیفا ازار بند بڑا — لچھا اک کنجیوں کا اس میں پڑا
کھیلتی ہنستی کھلکھلاتی ہوئی — آنکھ ایک ایک سے ملاتی ہوئی
آنکھ ایک ایک پر گھلاوٹ کی — بات ایک ایک سے لگاوٹ کی
حُسن کے دن جوانی زوروں پہ — رات کی باسی مہندی پوروں پہ

یہاں ٹھیری کبھی وہاں ٹھیری
دو دو مُنہ ہنس کے لئے جہاں ٹھیری

مرزا شوق

۴۳ - ماما

استنے میں آدمی نے دی یہ خبر — اک سواری کھڑی ہے ڈیوڑھی پر
آئی ماما بھی ایک ہی ہمراہ — کتنی چالاک ہے خدا کی پناہ
پوچھتی آئی ہے یہاں تک گھر — ہاتھ رکھے کھڑی ہے کوٹھے پر

جلد ۴

اپنے سایہ سے بھی بھڑکتی ہے — بوٹی بوٹی پڑی پھڑکتی ہے
شرم ہے آنکھ میں نہ دل میں خطر — پھبتیاں کہہ رہی ہے اک اک پر
ہنسی ٹھٹھا جگت ضلع میں طاق — چل رہی ہے زباں تڑاق پڑاق
کھڑی اک اک کا منہ چڑاتی ہے — ہنسے دیتی ہے لوٹی جاتی ہے
چوٹی لپٹی ہے باسی ہاروں سے — لڑ رہی ہیں جگت کہاروں سے

راستے والے جو گزرتے ہیں
سن کے کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

مرزا شوق

۴۴۔ عیدگاہ اکبر آباد

ہے دھوم آج مدرسہ و خانقاہ میں — تانتے بندھے ہیں مسجد جامع کی راہ میں
گلشن سے کھل رہے ہیں ہر اک کج کلاہ میں — سو سو چمن جھمکتے ہیں اک اک نگاہ میں

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

جھمکا ہے ہر طرف کو جو آبادلا زری — پوشاک میں جھمکتے ہیں سب تن فندی دھی
گلرو چمکتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری — ہے سب کے عید عید کی دل میں خوشی بھری

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

جلد[۲] آتے ہیں گھر سے اپنی جو بن بن کے کج کلاہ — صحن چمن ہے جتنی ہے سب صحن عیدگاہ
چھاتی سے لپٹے جاتے ہیں ہنس ہنس کے خواہ مخواہ — دل باغ باغ سب کے ہوتے ہیں فرحت سے واہ واہ
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

کچھ بھیڑ سی ہے بھیڑ کہ بے حد و بے شمار — خلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں بندے ہر طرف ہزار
ہاتھی و گھوڑے بیل و رتھ اونٹ کی قطار — غل شور بالے بھولے کھلونوں کی ہے پکار
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

پہنے پھرے ہیں شوخ کڑے اور ہنسلیاں — پھولوں کی پگڑیوں میں ہیں شاخیں اڑس لیاں
کمریں سبھوں نے ملنے کی خاطر ہیں کس لیاں — ملتے ہیں یوں کہ چھاتی کے کڑکی ہیں پسلیاں
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

آتے ہیں ملتے ملتے جو عاجز پری رخاں — دیتے ہیں ملنے والوں کو گھبرا کے گالیاں
تس پر بھی لپٹے جاتے ہیں جوں گڑ پہ مکھیاں — دامن کے ٹکڑے اڑتے ہیں پھٹتی ہیں چولیاں
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

ہیں ملتے ملتے تن جو پسینوں میں تر بتر — ملنے کے ڈر سے پھرتے ہیں چھپتے ادھر ادھر
چھپتے پھرے ہیں لوگ بھی جاتے ہیں وہ جدھر — ٹھٹھا ہنسی وہ سیر تماشے جدھر تدھر

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

جلد۴

ہیں کرتے وصل شہر کے سب خُرد اور کبیر   ادنیٰ غریب امیر سے لے شاہ تا وزیر
ہر دم گلے لپٹ کے مرے یار دل پذیر   ہنس ہنس کے مجھ سے کہتا ہے یوں کیوں میاں نظیر
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

نظیر

۴۵۔ عید کی دھوم

شفق میں سرِ بامِ چرخِ کہن   ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن
بسیروں کو جانے لگے وہ طیور   اندھیرا ابھی چھانے لگا دور دور
کھڑے ہیں وہ کوٹھوں پہ اربابِ دیں   لگائے ہوئے آنکھ پر دوربیں
افق کی طرف غور سے بار بار   نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دار
چڑھے تھے فصیلوں پہ جو اہلِ صوم   پکارے خلائق کو وہ فخرِ قوم
مبارک ہو اے طالبانِ وصال   دکھاتا ہے وہ تیغِ ابرو ہلال
یہ سُن کر ہوئے شاد پیر و جواں   مسرّت کا ہر سمت چھایا سماں
مہِ نو ہوا جلوہ گر دہر میں   وہ بجنے لگیں نوبتیں شہر میں

جلد۴

سلامی کی آواز آنے لگی　　شہانے کی دھن کیا رچھانے لگی
ہی افطار کی ہر طرف دھوم دھام　　اذانوں سے گونج اٹھی بستی تمام
مہِ نو کی خاطر بہت دیر تک　　بچھائے رہا سرخ اطلس فلک
دکانوں پہ وہ لمپ جلنے لگے　　ستارے بھی دو اک نکلنے لگے
مہِ نو کی کشتی پہ ہو کر سوار　　اترنے لگی شام قلزم کے پار
فریضے سے فارغ ہوئے پاکباز　　اٹھانے لگا چرخ بھی جانماز
مساجد سے گھر کو چلے خاص و عام　　مہِ نو نے جھک کر کیا وہ سلام
وہ پہنچے مکاں پر صغار و کبار　　وہ کھا پی کے فارغ ہوئے روزہ دار

علیٰ قدرِ حیثیت اہلِ دول
سجانے لگے اپنے اپنے محل

بے نظیر

۴۶۔ عید الفطر

ہی عابدوں کو طاعت و تجرید کی خوشی　　اور زاہدوں کو زہد کی تمہید کی خوشی
رندِ عاشقوں کو ہی کئی امید کی خوشی　　کچھ دلبروں کے وصل کی کچھ دید کی خوشی

جلد ۴

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گال — خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید لال — دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑا تن کا بال بال

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

پچھلے پہر سے اٹھ کے نہانے کی دھوم ہے — شیر و شکر سویاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جواں کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے — لڑکوں کو عید گاہ کے جانے کی دھوم ہے

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

محبوب دلبروں سے ہی جن کی لگی لگن — ان کے گلے سے آن لگا ہے جو گلبدن
سو سو طرح کے چاؤ سے مل مل کے تن سے تن — کہتے ہیں تم کو عید مبارک ہو جان من

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

کیا ہی معانقے کی مچی ہے الٹ پلٹ — ملتے ہیں دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ
جلد پھرتے ہیں دلبروں کے بھی گلیوں میں غٹ کے غٹ — عاشق مزے اڑاتے ہیں ہر دم لپٹ لپٹ

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی سختیوں میں نہ ہوتے اگر اسیر — تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دلپذیر
سب شاد ہیں گدا سے لگا شاہ تا وزیر — دیکھا جو ہم نے خوب تو سچ ہے میاں نظیر

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہے اس عید کی خوشی

نظیر

۴۷۔ عید الفطر میں گڑبڑ

اب کے رویت میں آگیا ہے خلل — رمضان ایک اور عید ڈبل
یعنی انتیس تیس اٹھائیس — کیا تواریخ میں پڑا ہے بل
آج چکھی کسی نے افطاری — کوئی روزے ہی کو گیا ہے نگل
دی کسی نے شہادت کامل — کوئی سمجھا اسے کہ ہے یہ زٹل

جلد ۴

نو بجے دن کے بج گیا دھونسہ — روزہ داروں میں پڑ گئی ہلچل
خشکیِ روزہ شدّتِ گرمی — کر رہی ہے دماغ کو مختل
آج برپا ہے عام جوش و خروش — ہوئی آپس میں خوب رد و بدل
جا پڑا دیوبند میں پہلے — چاند کا بھی گیا تھا پاؤں پھسل
ایک دن تک وہیں رہا ناچار — سب کی آنکھوں سے ہو گیا اوجھل
کہیں جھگڑا کہیں لڑائی ہے — ایک کو غصہ ایک کو جھنجھل
کوئی سمجھا رہا ہے ملّا جی — کس لئے کر رہے ہو جنگ و جدل
گواٹاوہ میں چھپ گیا فتویٰ — علما کا نہیں ہے اس پہ عمل
بست و ہفتم کو چاند دیکھ لیا — خود غلط تھی شہادتِ اوّل
دیکھ کر اختلاف دنیا کا — یاد آئی ہے مجھ کو ایک مثل
"کونسی ہے مجھے بتا تو سہی — اونٹ رے اونٹ تیری سیدھی کل"

چاند کے اختلاف نے اب کے
میری عیدی کو کر دیا مہمل

اسمٰعیل

جلد۲

۴۸ - شب برات کا حلوا

ملّا جو دینے فاتحہ گھر گھر میں جاتے ہیں
حلوا کہیں کہیں وہ چپاتی اڑاتے ہیں
مفلس کوئی بلاوے تو منہ کو چھپاتے ہیں
شکر کا حلوا سنتے ہی بس دوڑے جاتے ہیں
کہتے ہوئے یہ دل میں اہا ہاری شب برات

دنیا کی دولتوں میں جو زردار ہیں بڑے
قندوں کے حلوے روغنی نانیں لئے کھڑے
پہونچاتے خوان پھرتے ہیں نوکر کئی پڑے
زندی بھی راہ تکتے ہیں مردے بھی ہیں کھڑے
ان خوبیوں کی رکھتی ہے طیاری شب برات

ٹھلیا چپاتی حلوے کی تو سب میں جال ہے
ادنیٰ غریب کے تئیں یہ بھی محال ہے
کالے سے گڑ کی لپٹی کڑھی کی مثال ہے
پانی کی ہانڈی گیہوں کی روٹی بھی لال ہے
کرتی ہے ایسی دکھیا پسنہاری شب برات

نظیر

۴۹ - شب برات کی آتشبازی

چھوڑی لٹو و تونبڑی ہر دم بنا کے جو
حاکم کا پیادہ کہتا ہے یوں ان سے تلخ ہو
کپڑے بدن بچا کے جو چاہو سو چھوڑ دو
چھپر جلاؤ گے تو دلاوے گی صبح کو

تم سے جو ترے ہیں گنہگاری شب برات

گھنچکر اپنی دم میں کہیں چرخ کھاتی ہیں
ٹوٹے ہوائی سنگ کہیں قہقہاتی ہیں (جلد)
زیپٹ زپٹ پٹاخے کہیں غل مچاتے ہیں
لڑکوں کے غول باندھ کہیں لڑنی جاتی ہیں
کرتی ہی پھر تو ایسی دھواندھاری شب برات

آ کر کسی کے سر پہ چھچھوندر لگی کڑی
اوپر سے اور ہوائی کی آ کر پڑی چھڑی
ہو گی گلے کا ہار پٹاخے کی ہر لڑی
پاؤں سے لپٹی شور مچا کر قلم نڑی
کرتی ہی پھر تو ایسی ستمگاری شب برات

چہرہ کسی کا جل گیا آنکھیں جھلس گئیں
چھاتی کسی کی جل گئی باتیں جھلس گئیں
ٹانگیں بچیں کسی کی تو رانیں جھلس گئیں
مونچھیں کسی کی پھک گئیں پلکیں جھلس گئیں
رکھے کسی کی ڈاڑھی پہ چنگاری شب برات

کوئی دوستوں کو دل میں سمجھتا ہی اپنے غیر
کوئی دشمنوں سے دل کا نکالے ہی اپنا بیر
کہتا ہی واں نظیر بھی آتش کی دیکھ سیر
یا رب تو سب کی کیجو برس ہا برس کی خیر
بے طرح کر رہی ہی نموداری شب برات

نظیر

—:—

جلد۲

۵۰۔ برسات کی شب برات

بگڑی ہی کیا انار پٹاخوں کی اب کے بات — ساون میں اتفاق سے آئی شب برات
بارود ہی خراب پٹاخے ہیں پھسپھسے — کمزور ہیں انار چھچھوندر رہے واہیات
مہتاب میں مزا ہی نہ کچھ پھلجھڑی میں لطف — پیسے ہمارے مفت گئے یونہی آٹھ سات
پیسے گئے فضول تو خیر اس کا غم نہیں — ہی سال بھر کے کھیل کی گویا یہی زکوٰۃ
پاتا ہی اس جہان میں کچھ کھو کے آدمی — آئندہ ایسے کھیل پہ ماریں گے ہم بھی لات
بس چھوڑو کھیل کود کہ حلوا ہی گرم گرم — شامل ہی جس میں ذائقۂ قند اور نبات
شیریں ہی خوش قوام ہی چپٹ کیجیو اسے — حلوے کی چاشنی سے ہی مصری بھی آج مات
بدعت کہو گناہ کہو یا چٹور پن — اچھا نہیں سمجھتا اسے زمرۂ ثقات
بچوں کے واسطے ہی خور و نوش کھیل کود — اصحاب اتقا کے لئے صوم اور صلوٰۃ

جاگیں گے آج اہلِ عبادت تمام شب
درگاہ کبریا سے کریں گے طلب نجات

اسمٰعیل

جلد ۴

۵۱۔ محرّم کا اکھاڑہ

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار
یہ ایک سادہ گزارش ہے یا اُولوالابصار

کہ اب کے ماہِ محرّم کی ساتویں تاریخ
گیا جو گھر سے قضا را بجانبِ بازار

تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں ایک اکھاڑہ ہے
اور اتنی بھیڑ کہ جس کا نہیں حساب و شمار

ہیں دو حریف مقابل لیے پھری گتکا
ہر ایک فن پھکیتی میں طاق اور طرّار

جو اُس نے پاؤں بچایا تو اس نے سر تاکا
دکھایا چہرہ تو پہلو پہ جا کیا ہے وار

عجیب ٹھاٹھ نئے پینترے غضب پھرتی
نرالے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں اظہار

چلا ہے ایک سنبٹی کا باندھ کر چکّر
کھڑا ہے ایک لیے سیف لڑ رہا ہے گوار

میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے
مٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوار

یہ کھیل محض نکمّا ہے بلکہ بیہودہ
جو دیکھتا ہے سو ہنستا ہے زیرِ لب ناچار

سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانہ میں
نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورتِ پیکار

کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صف شکن باقی
کہ ان فنوں پہ جو ہوتے تھے جان و دل سے نثار

ہزار سے نہ دبے لاکھ سے نہ منہ موڑا
جو ڈٹ گئے کسی میداں میں کھینچ کر تلوار

نہ اب بکیت کو پوچھے کوئی نہ راوت کو   نہ تیر ہی نہ کماں ہی نہ بانک ہے نہ کٹار
نہ اس کماں کی پرستش نہ اس ہنر کی قدر   نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ ہتھیار
نہ جس میں دین کا ہو فائدہ نہ دنیا کا
تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی ہشیار

اسمٰعیل

۵۲ حضرت سلیم چشتی کا عرس

ہے یہ مجمع نکو سرشتی کا   ذکر کیا یاں گنہ کی زشتی کا
بحر ہے عارفوں کی کشتی کا   فخر ہے حرف سرنوشتی کا
رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

باغِ جنت ہے آج یہ درگاہ   پھول پھولے ہیں فیض کے دلخواہ
دیکھ رضواں بہاریاں کی واہ   دل میں کہتا ہے دمبدم واللہ
رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

جلد ۴

یہ تجلّی نہ سیم و زر سے ہی ابرِ رحمت کا نور برسے ہی
حور و غلماں کی روح تر سے ہی اور اشارہ یہی نظر سے ہی

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عُرس حضرت سلیم چشتی کا

صحن درگہہ ہی باغ اور بستاں اور ہیں زوار سب گل و ریحاں
جی میں سب پھول پھول ہو شاداں یہی کہتے ہیں ہر گھڑی ہر آں

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
عُرس حضرت سلیم چشتی کا

بسکہ خلقت بھری ہی لالوں لال گھر مکاں ہی گلوں سے مالا مال
حسنِ راگ اور مشائخوں کے حال بھیڑ غل شور اور یہ قیل مقال

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

کھل رہا ہی چمن جو فیض بھرا جھرنا گویا ہے حوض کوثر کا
قدسیاں دیکھ وہ بہشت سرا سب پکاریں ہیں یوں اہا ہا ہا

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا

جلد ۲

کتنے درگہہ میں فیض اٹھاتی ہیں کتنے جھرنے میں جا نہاتی ہیں
کتنے نذر و نیاز لاتے ہیں کتنے خوش ہو یہی سناتی ہیں
رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

ہے بہم دور دور کا عالم سبز سرخ و سفید و زرد بہم
شب خوشی ہو کے چوں گل شبنم دیکھ سیریں یہ کہتے ہیں ہر دم
رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

بھیڑ انبوہ خلق کی کثیر بادشاہ و گدا و میر و وزیر
طفل و پیر و جواں غریب و فقیر پر سبھوں کی زباں پہ یہ تقریر
رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

نظیر

جلد۲

۵۳۔ کرشن جی کی بانسری

جب مرلی دھر نے مرلی کو اپنی ادھر دھری
کیا کیا پریم میت بھری اس میں دھن بھری
لے اس میں رادھے رادھے کی ہر دم بھری کھری
لہرائی دھن جو اس کی اِدھر اور اُدھر ذری
سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

جس آن کانھ جی کو وہ بنسی بجاونی
جس کان میں وہ آونی واں سُدھ بھلاؤنی
ہر من کی موکے موہنی اور چت لبھاونی
نکلی جہاں دھن اس کی وہ میٹھی سہاؤنی
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

گوالوں میں نندلال بجاتے وہ جس گھڑی
گوپیں دھن اس کی سننے کو رہجاتیں سب کھڑی

گلیوں میں جب بجاتے تو وہ اس کی دُھن بری
لے لے کے اپنی لہر جہاں کان میں پڑی
سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

بنسی کو مرلی دھر جی بجاتے گئے جدھر
پھیلی دُھن اس کی زور ہر اک دل میں کر اثر
سنتے ہی اس کی دھن کی حلاوت اِدھر اُدھر
مُنہ چنگ اور نے کی دھنیں دل سے بھول کر
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنھیا نے بانسری

بن میں اگر بجاتے تو واں بھی یہ اس کی چاہ
کرتی دھن اس کی پنچھی بسو ہی کے دل میں راہ

جلد ۴

بستی میں جو بجاتے تو کیا شام کیا پگاہ
پڑتے ہی دھن وہ کان میں بلہاری ہو کے واہ
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

کتنے تو اس کی دھن کے لئے رہتے بے قرار
کتنے لگائے کان ادھر رکھتے بار بار
کتنے کھڑے ہو راہ میں کر رہتے انتظار
آئے جدھر بجاتے ہوئے شیام جی مرار
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

نظیر

جلد۲

۵۴۔ جنم کنہیاجی

سب ناری آئیں گوکل کی اور پاس پڑوسن آبیٹھیں
کچھ ڈھول مجیرے لاتی تھیں کچھ گیت چچاکے گاتی تھیں
کچھ ہردم مکھ اس بالک کا، بلہاری ہوکر دیکھ رہیں
کچھ تھال پنجیری کے رکھتیں، کچھ سونٹھ سٹورا کرتی تھیں
کچھ کہتی تھیں "ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو"
کچھ کہتیں "ہم تو آئے ہیں آنند بدھاوا دینے کو"
کوئی گھٹی بیٹھی گرم کرے کوئی ڈالے اسپند اور بھوسی
کوئی لائی ہنسلی اور کھڑوے کوئی کرتہ ٹوپی میوہ گھی
کوئی دیکھے روپ اس بالک کا، کوئی ماتھا چومی مہر بھری
کوئی بھنوؤں کی تعریف کرے کوئی آنکھوں کی کوئی پلکوں کی
کوئی کہتی عمر بڑی ہووے اے بیر تمہارے بالے کی
کوئی کہتی "بیاہ ہو لاؤ"، اس آس مراد دن والے کی

کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بہنا تیری نیک رتی
جملہ ۴
یہ بالے ان کو ملتے ہیں جو دنیا میں ہیں بڑھ بھاگی

اس کنبے کی بھی شان بڑھی اور بھاگ بڑھے اس گھر کے بھی
یہ باتیں سب کی سُن سُن کر یہ بات جسبودا کہتی تھی
اے بیر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنما ہے
کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی مو پر کرپا ہے

نظیر اکبرآبادی

۵۵- انند بدھاوا

تھی کوے کوے خوش وقتی اور طبلے تال کھٹکتے تھے
کوئی ناچ رہی کوئی کود رہی کوئی ہنس ہنس کے کوئی روپ سجے
ہر چار طرف آنندیں تھیں وہ اس گھر میں نند جسبودا کے
کچھ آنگن بیچ براجے تھیں کوئی بیٹھے کوٹھے اور چھجے

جلد ۴

سو خوبی اور خوشحالی سے دکھلاتی تھی سامان گھڑی
سچ بات ہے بالک ہونے کی ہے دنیا میں آنند بڑی

پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب ریت ہوئی دو کاندو نکی
رکھوائی دودھ کی مٹکی بھر اور ڈالی ہلدی بہتیری

یہ اس پہ چھینکے بھر بھر کر وہ اس پر ڈالے گھڑی گھڑی
کوئی پوچھے ٹکا اور باہن کو کوئی سگری بھیگی اور متھری

اس دودھ کی بھی رنگ رلیوں میں روپ اور رہوا ہزاری کا
اور تن کے ابرن یوں بھیگے جو رنگ ہو کیسر کیاری کا

سکھ منڈل میں یہ دھوم مچی اور رہا سرنیگی جوگی بھی
کچھ ناچیں بھانڈ بھگیتی بھی کچھ ہیجڑے پادین بیل پری

آنند بدھاوے باج رہے نرسنگے برنا اور ترئی
رنگیں سنہرے پالنے بھی سے ہاتھ کھڑے کتنی برتی

ہر آن اٹھاتے تھے مانک کیا گنتی سونے روپے کی
نندا اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

جو نیگی جوگی تھے ان کو اس آن نپٹ خوشحال کیا

حلہ؟

پھر آلے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا
اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب انھیں بھی خوب دیا
مہمان جو گھر میں آئے تھے سب اُن کا بھی ارمان رکھا
دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش کیا لوگ لگائی کا
بھر تھال روپے اور مہریں دیں جب نیگ چکا یا دائی کا
نند اور جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے
نت پیار کریں تن من واریں ستھری ابرن گھنے بنکے
جی بہلاتے من پرچاتے اور خوب کھلونے منگواتی
ہر آن جھلاتے پلنے میں ادھر اور ادھر ہٹھلاتے
کر یاد نظیر اب ہر ساعت اُس پالنے اور اس جھولے کی
آنند سے بیٹھو چین کرو جے بولو کا ن جھنڈولے کی

نظیر



جلد؟

۵۶ بچّہ کی چال

تھی ان کی چال کی تو عجب یارو چال ڈھال
پاؤں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال
چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈگمگاتی چال
تھا نہیں کبھی جھبودا کبھی نندلیں سنبھال
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنہیا کا بالپن

نظیر

۵۷ شیو شنکر کی برات

جب رات ہوئی تب شیو شنکر خوشوقتی سے اسوار ہوئے
سب آگے پیچھے دولہا کے دل شاد براتی ساتھ چلے
فانوسیں رنگیں جھلملیاں اور جھاڑ بڑی گُل کاری کے
ہر آن جبڑا و چنور ڈھلیں اور سیس کے اوپر چتر پھرے

وہ پریاں ناچیں تختوں پر پوشاکیں گہنے جھمک رہے

نقارے نوبت طبل نشان الغوزے بجتے اور ڈفلے

ہر سرنا میں دھن میں کی اور کرنا تر ئی جھانجھ ٹپے

کر دھو نسے دھوں دھوں باج رہے اور تاشے بجتی کڑ کڑ سے

مردنگ مندیلے تال بجیں اور سارے گھنگرو بھی جھنکے

وہ ڈھول دھما دھم شور کریں اور چھینے بھی چھم چھم کرتے

وہ ہاتھی کنجل اور رکمنے انباری ہووے اور بنگلے

وہ جھومتے چلتے قدم قدم اور بجتے جاتے گھنٹالے

وہ جھاڑ اور مشعلیں نچپتا سے سب روشن اونچے شعلوں کے

وہ صحرا جھمکا کوسوں تک ہر ٹھور اجالے جا پہنچے

وہ گھوڑے میانے گھر بہلیں رتھ اونچے پیئے ڈھلتے تھے

سب باجے بجتے جاتے تھے اور ہولے ہولے چلتے تھے

جس آن برات آئی در پر یہ خوبی ٹھیری زیب بھری

وہ پریاں ناچیں تختے پر جھنکاریں ماریں مجیروں کی

وہ ڈنکے لگتے دھونسے پر دھن کرنا سرنا کی اونچی
دروانے کوٹھے گونج رہے آواز سہانی اُن کی تھی جلدہ
کل زیب براتی چار طرف اور بیچ سواری دولہا کی
سب چھجے چھجے کوٹھوں پر واں دیکھی زینت اور خوبی
سب واہ کریں اور چاہ کریں اور ٹھاٹھ کو دیکھیں کھڑی کھڑی
ہوں دیکھ کے صورت دولہا کی واں سو سو دل سے بلہاری
وہ آئی تھی جو کہ ساتھ لدی اور آتشبازی چھٹتی تھی
مہتاب انار اور پھلجھڑیاں بہت پھول ہوائی خوب کڑی
اک پہر تلک دروانے پر واں پھول رہی پھلواری سی
سب ہاتھی گھوڑے بیل اچھلیں غل شور رہوا اور دھوم مچی
وہ طبل بجیں اور ڈفلے بھی نقارے تاشے اور ترئی
وہ ڈھول اور جھلنی باج رہے اور گھر گھر میں آواز گئی
سب شاد ہوئے خوش وقت ہوئے یہ دیکھ تماشے خوبی کے
کر وصف بہت بلہار ہوئے اس دولہا کی محبوبی کے

نظیر اکبرآبادی

جلد ۴

۵۸ - شادی کی محفل

جو باڈلے نے جھاڑے خار و خسک اور بادل پانی چھڑکائے
بانات قناتیں شمیانے دل بادل تنبو تنوائے
نگیرے جھالر موتی کے کمخواب مشجر جھلکائے
گل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکتے بچھوائے
مقیش زری کے لچھے بھی پھر جا گہ جا گہ لٹکائے
گل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے
پھر تھال الائچی لونگوں کے پھر خوب طرح سے چنوائے
چنگیر دھرے سوزنیاں بھرے اور طرّہ ہار بھی گندھوائے
ہر چار طرف تیاری کی اسباب طرب کے ٹھہرائے
جو ٹھاٹھ بڑے ہیں شادی کے اِک پل بھر میں سب جھمکائے

نظیر اکبرآبادی

۵۹۔ دُلہن کا جہیز

جلد ۴

جس آن ہوئے شیو چلنے کو تب لا کر یہ اسباب دھرے
پوشاکیں رنگیں زیب بھریں ہر تار پڑا جن کا چمکے
زر زیور کے واں ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے
وہ موتی ہیرے انمولے وہ لعل زمرّد کے ڈبّے
وہ کلے بٹے چاندی کے وہ تھال کٹورے سونے کے
وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچھتے محلوں بیچ بڑے
وہ چیرے خوب لباسوں کے اور گنتی میں بھی بہتیرے
وہ چیریاں اچھی صورت کی سر پاؤں تلک زیور پہرے
وہ کنچل جھول جھلکتی کے انباری جن پر اور ہووے
وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زردوزی جن پر زین بندھے
چنڈول جھلکتے وہ جن پر بانات زری کے تھے پردے
رتھ بہلیں اور گھر بہلیں وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے

وہ رنگیں جھالر دار رتھیں وہ بیل بہت جن کے اونچے
یہ ٹھاٹھ رکھا دروازے پر اور بعد سے بوجھ اٹھانی کے جلد؟
تھے جتنے شادی بیاہ نمت سامان جو واں تیار ہوئے
ہر ٹھاٹھ کے واں دروازے پر ہر جانب سوانبار ہوئے

نظیر اکبرآبادی

۶۰۔ دُلہن کی رخصت

جب ڈیوڑھی سے چنڈول بڑھا دروازے پر سو خوبی سے
نوچھاور اتنی کی اس پر کل موتی پھول زری بکھرے
اُس وقت بہت خوش وقتی سے شیو شنکر بھی اسوار ہوئے
وہ خوبی قسمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے
اسواری دولھا کی آگے چنڈول دُلہن کا تھا پیچھے
وہ باجے لائے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجتے ساتھ چلے
اسباب دیئے جو راجہ نے تھے اس کے جاتے اونٹ لدے
وہ جتنے چیرا چیری تھے سب رتھ اور میانوں میں بیٹھے

وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انباری زین جھلکتے تھے
اس دیس کے رہنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے
ہر کوٹھے کوٹھے بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ بھرے
غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں وہ ٹھاٹھ بڑے
جس طور خوشی سے بیاہنے کو شیو آئے گھر میں راجہ کے
پھر ویسی ہی خوش وقتی سے کیلاس کے اوپر جا پہونچے

نظیر اکبرآبادی

۶۱۔ میلے کی سیر

آج میلے کا یاں جو ہی سامان — آ ہے ہیں دور دور سے انسان
کوئی درشن کوئی دعائیں مان — سب کی ہوتی ہیں مشکلیں آسان
ہر طرف کھل رہے گل و ریحاں — ہار بدھی مٹھائی اور پکوان
بھیڑ انبوہ غل دکان دکان — اور رہی شور ہر گھڑی ہر آن
رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہی
زور بلدیوجی کا میلا ہی

جلد ۱۴

لوگ چاروں طرف کے آتے ہیں آ کے عیش و طرب مناتے ہیں
دل سے سب درشنوں کو جاتے ہیں اپنے دل کی مرادیں پاتے ہیں
جھانجھ مردنگ دف بجاتے ہیں راس منڈل بھجن سناتے ہیں
دل میں پھولے نہیں سماتے ہیں سب یہ ہنس ہنس کے کہتے جاتے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

صحن مندر کا سب ہے اعلے اس کا گنبد ہے عالم بالا
ہو رہا جھانکیوں کا اُجیالا پردے جیسے ہیں چاند پر ہالا
ہے کوئی درشنوں کا متوالا کوئی جپتا ہے دھیان میں مالا
کوئی ڈنڈوتیں کر رہا لالا کوئی "جے جے" کرے ہے دھن والا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ناچ اور راگ کے کھڑاکے ہیں گھنگرو اور تال کے جھناکے ہیں
نقلیں قصے کہانی ساکے ہیں کھنڈ دہرے کبت کتھا کے ہیں
آرتی کی کہیں مچی ٹھن ٹھن کہیں گھنٹوں کی ہو رہی ٹن ٹن

جلد ۴

تال مردنگ جھانجھ کی جھن جھن خاص پرشاد مصری اور ماکھن

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

اتنے لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہیں آ جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہی جا
لے کے مندر سے دو دو کوس لگا باغ و بن بھر رہے ہیں سب ہر جا
ہیں ہزاروں بساطی اور سودا لاکھوں بکتے ہیں گہنے اور بلا
بھیڑ انبوہ اور دھرم دھکا جس طرف دیکھئے اہا ہا ہا

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی

ہیں ہزاروں ہی جنس کے ہٹّے موتی مونگا اور آرسی بٹّے
پیڑے لڈو جلیبی اور گٹّے کولے نارنگی سنگترے کھٹّے
کوئی تو کر رہا ہی چھل بٹّے کوئی چڑھتا ہی کھیر کے چٹّے
پر ہیں مندر کے کوٹھے اور اٹّے بوڑھے لڑکے جوان اور کٹّے

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی

جلد ۴

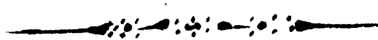
لاکھوں بیٹھے بساطی اور منہار — اپنا سب گرم کر رہے بازار
چوڑی بنگڑی کی اک طرف جھنکار — نوگری پوتھ انگوٹھی چھلّے ہار
ٹولے پڑتے گنواری اور گنوار — جس گنواری کو چلیئے دھکا مار
گر کے دے گالی یوں کہی ہے پکار — "کیسوا ٹھلا چلے ہے داری جار"

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

مٹی اور کاٹ کے کھلونے ڈھیر — کوئی لیوے ہے کوئی دیوے پھیر
کوئی کمہاری کے کر رہا ہتھ پھیر — کوئی کاچھن کے چن رہا ہے بیر
کوئی کنجڑن سے لڑ رہا ہے منہ پھیر — کوئی بنیئے کو مارتا ہے سیر
گالی ڈاک مارکوٹ سانجھ سویر — لاٹھی پاٹھی ہے شور و غل اندھیر

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

نظیر اکبرآبادی



۶۲- ہولی

جلد۲

آ جھمکے عیش و طرب کیا کیا جب حُسن دکھایا ہولی نے
ہر آن خوشی کی دھوم ہوئی یوں لطف جتایا ہولی نے
ہر خاطر کو خرسند کیا ہر دل کو لُبھا یا ہولی نے
دف رنگیں نقش سُنہری کا جس وقت بجایا ہولی نے
بازار گلی اور کوچوں میں غل شور مچایا ہولی نے

یا سوانگ کہوں یا رنگ کہوں یا حُسن بتاؤں ہولی کا
سب ابرن تن پر جھمک رہا اور کیسر کا ما تھے ٹیکا
ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلانا سج دھج شوخی کا
ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم اٹھکیلی کا
دل شاد کیا اور موہ لیا یہ جوبن پایا ہولی نے

کچھ طبلے کھٹکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجی
کچھ جھڑ بیں بیں ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجی
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھی اور منہ چنگ بجی
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم جھم کچھ گت گت پر آہنگ بجی

جلد ۲

ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھا یا ہولی نے

ہر جاگہ تھال گلالوں سے خوش رنگت کی گلکاری ہے
اور ڈھیر عبیروں سے لاگے سو عشرت کی تیاری ہے
ہیں راگ بہاریں دکھلاتے اور رنگ بھری پچکاری ہے
منہ سرخی سے گلنار ہوئے تن کیسر کی سی کیاری ہے
یہ روپ جھمکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

پوشاکیں چھڑکی رنگوں کی اور ہر دم رنگ فشانی ہے
ہر وقت خوشی کی جھمکیں ہیں پچکاری کی رخشانی ہے
کہیں ہوتی ہے دھینگا مشتی کہیں ٹھیری کھینچا تانی ہے
کہیں لٹیاں جھمکیں رنگ بھری کہیں جوتا کیچڑ پانی ہے
ہر چار طرف خوش حالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے

ہر آن خوشی سے آپس میں سب ہنس ہنس رنگ چھڑکتے ہیں
رخسار گلالوں سے گلگوں کپڑوں سے رنگ ٹپکتے ہیں
کچھ آگ اور رنگ جھمکتے ہیں کچھ مے کے جام جھلکتے ہیں
کچھ کودیں ہیں کچھ اچھلیں ہیں کچھ ہنستے ہیں کچھ بکتے ہیں
یہ طور یہ نقشہ عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے

محبوب پری رو پیاروں کی ہر جانب نو کا جھونکی ہے
کچھ آن رنگیلی چلتی ہی کچھ بان ادھر سے روکی ہے
کچھ سینیں ترچھی سحر بھری کچھ گھات لگاوٹ خو کی ہی
کچھ شور اہا ہا ہا ہا کا کچھ دھوم اہو ہو ہو کی ہی
یہ عیش یہ حظ یہ کام یہ ڈھب ہر آن جتایا ہولی نے

معجونوں سے رنگ لال ہوئے کہیں چلتی مے کی پیالی ہی
کہیں ساز طرب کے بجتے ہیں دل شاداں منہ پر لالی ہی
سو کثرت عیش و مسرت کی خوش وقتی اور خوش حالی ہی
کچھ بولی ٹھولی پیار بھری کچھ گالی ہے کچھ بالی ہی
ان چرچوں کا ان چھلوں کا یہ تار لگایا ہولی نے

ہیں کیا کیا سر میں رنگ بھرے اور سوانگ بھی کیا کیا آئے ہیں
کر باتیں ہر دم چہل بھری خوش ہنستے اور ہنساتے ہیں
کچھ جوگی چیلے بیٹھے ہیں کچھ کامنیوں کے گاتے ہیں
کچھ اور طرح کے سوانگ بنیں کچھ ناچتے اور کچھ گاتے ہیں
ہر آن نظیرؔ اس فرحت کا سامان دکھایا ہولی نے   نظیرؔ

جلد ۲

۶۳ ہولی کی بہار

جب پھاگن رنگ جھمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
اور دف کے شور کھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
پریوں کے رنگ دمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
خم شیشے جام چھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
محبوب نشے میں چھکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

ہو ناچ رنگیلی پریوں کا بیٹھے ہوں گلرو رنگ بھرے
کچھ بھیگی تانیں ہولی کی کچھ ناز وادا کے ڈھنگ بھرے
دل بھولے دیکھ بہاروں کو اور کانوں میں آہنگ بھرے
کچھ طبلے کھڑکیں رنگ بھرے کچھ عیش کے دم مُنہ چنگ بھرے
کچھ گھنگرو تال جھنکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

سامان جہاں تک ہوتا ہے اس عشرت کے مطلوبوں کا
وہ سب سامان مہیّا ہو اور باغ کھلا ہو خوبوں کا
ہر آن شرابیں ڈھلتی ہوں اور ٹھٹھ ہو رنگ کے ڈوبوں کا
اس عیش و مزے کے عالم میں اک غول کھڑا محبوبوں کا

کپڑے پر رنگ چھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

جلدؔ اس رنگ رنگیلی مجلس میں وہ رنڈی ناچنے والی ہو
منہ جس کا چاند کا ٹکڑا ہو اور آنکھ بھی مے کی پیالی ہو
بدمست بڑی متوالی ہو ہر آن بجاتی تالی ہو
مے نوشی ہو، بیہوشی ہو، بھڑوے کے منہ میں گالی ہو
بھڑوے بھی بھڑوا بکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

اور ایک طرف دل لینے کو محبوب بھویوں کے لڑکے
ہر آن گھڑی گت بھرتے ہوں کچھ گھٹ گھٹ کر کچھ بڑھ بڑھ کے
کچھ ناز جتاویں لڑ لڑ کے کچھ ہولی گاویں اڑ اڑ کے
کچھ لچکے شوخ کمر پتلی، کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھڑکے
کچھ کافر نین مٹکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

یہ دھوم مچی ہو ہولی کی اور عیش مزے کا جھکڑ ہو
اس کھینچا کھینچ گھسیٹی میں بھڑوا رنڈی کا پھکڑ ہو
معجون، شرابیں، ناچ، مزا اور ٹکیا سلفا لکڑ ہو
لڑ بھڑ کے نظیرؔ بھی نکلا ہو کیچڑ میں لتھڑ پتھڑ ہو
جب ایسے عیش مہکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی نظیرؔ

جلد ۲

۶۴ - ہولی

آؤ ساقی بہار پھر آئی — ہولی میں کتنی شادیاں لائی
جس طرف دیکھو معرکہ سا ہے — شہر ہے یا کوئی تماشا ہے
چشم بد دور ایسی بستی سے — یہی مقصد ہے ملک ہستی سے
آئیں بستہ ہوا ہے سارا شہر — کاغذیں گل سے گلستاں ہے دہر
ایسے گل پھول ہیں جو صرفِ کار — راہ رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
اور بازار رنگ لائے ہیں — سارے رنگیں ستوں لگائے ہیں
بستہ آئیں دکانیں ہیں یکسر — جس میں سستی متاع لعل و گہر

میوۂ نورس و رسیدہ بہت
گلِ خوش رنگ و بوئے چیدہ بہت

بھر لیا لب ہیں آبِ گیرِ رنگ — اور اڑے ہے گلال کس کس ڈھنگ
پاس آتے ہیں مرغِ گلشن بھول — تھے وہ دلبر گلاب کے سے پھول
پگڑیاں جامے بھیگی سو سو ہیں — اُن کو گلہائے تر کہیں تو ہیں
چھڑیاں پھولوں کی دلبروں کے ہاتھ — سیکڑوں پھولوں کی چھڑی ہے ساتھ

قمقمے بھر گلال جو مارے مہوشاں لالہ رخ ہوئے سارے

جلد۱۲ خوان بھر بھر عبیر لاتے ہیں گل کی پتی ملا اڑاتے ہیں

جشن نوروز ہند ہولی ہے
راگ و رنگ اور بولی ٹھولی ہے

میر

۶۵ - موسیقی

کچھ طبلے کھٹکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجے
کچھ جھڑ بیں بیں ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجے
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھمی اور منہ چنگ بجے
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم جھم کچھ گت گت پر آہنگ بجے
ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار رہند ھایا ہولی نے

گھنگرو کی پڑی سی آن کے پھر کان میں جھنکار
سارنگی ہوئی بین طنبوروں کی مددگار

طبلوں کے ٹھکے طبل یہ سازوں کے بجے تار
راگوں کے کہیں غُل کہیں ناچوں کے بندھے تار
ڈھولک کہیں جھنکارے ہے مردنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

جلد۲

نظیر

۶۶ - سوانگ

آئے شکلیں بنا کے صوت رباز
ڈوم ڈھاری بنے بجا کر ساز
نقل معقول کی سو جا جی بنے
سج کے عمامہ سر پہ کتنے جنے
کوئی جوگی کوئی فقیر بنا
کوئی ڈاڑھی لگا کر پیر بنا
کوئی بنیا بنا کوئی اوباش
نقل کرتے تھے ان سبھوں کی معاش
کوئی شاعر بنا نہ جس کی نظیر
یعنی مستغرق خیال تھا میرؔ
کچھ سپاہی بنے تھے کچھ تجار
کوئی زاہد ہوا کوئی خمار
جس کی تقلید کی سو ویسی طرح
اصل ہوتی نہیں ہے ایسی طرح

مُنیر

جلد ۳

۶۷-جوگی کا بھیس

یہ کہتا تھا میں جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی
منگا تھوڑا سا گیرو اور وہیں کفنی رنگا ڈالی
اُٹھا مندرے گلے کے بیچ سے کی بر ملا ڈالی
لگا منہ سے بھبوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی
ہوا سر پاؤں سے اودھوت جوگی جوگ کا گیانی

بنا باؤں کا انڈوا کھول بال اور ہو کے متوالا
چھپا آکھ اور دھتورا کر دیا آنکھوں کو گل لالا
اٹھا تونبی کو اور کاندھے کے اوپر رکھ مرگ چھالا
پھرا ہاتھوں میں سمرن اور گلے میں ڈال کر مالا
چلا پڑھتا ہوا گرُ کا سبد اور ناتھ کی بانی

نظیر

جلد ۲

۶۸۔ دوالی

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہے یہ تیوہار | کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہے ادھار
کھلونے کھیلوں بتاشوں کا گرم ہے بازار | ہر اک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہے بہار

سبھوں کو فکر ہے اب جا بجا دیوالی کا

مٹھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی | پکارتے ہیں کہ لالہ دیوالی ہے آئی
بتاسے لے کوئی، برفی کسی نے تلوائی | کھلونے والوں کو ان سے بھی زیادہ بن آئی

گویا انھوں کے واں راج آگیا دیوالی کا

نظیر

۶۹ - دوالی کے جواری

ہر اک مکاں میں جلا پھر دیا دوالی کا | ہر اک طرف کو اجالا ہوا دوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دوالی کا | کسی کے دل کو مزا خوش لگا دوالی کا

عجب بہار کا ہے دن بنا دوالی کا

صرف حرام کی کوڑی کا جن کا ہے بیوپار | انھوں نے کھایا ہے اس دن کے واسطے ہی ادھار

کہے ہیں ہنس کے قرضخواہوں سے ہر اِک اِک بار   دوالی آئی ہے سب دیں چکائیں گے اے یار جلدؔ
خدا کے فضل سے ہے آسرا دوالی کا

مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوری رکھوائی   جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی
اصل جواری تھے ان میں تو جان سی آئی   خوشی سے کود اچھل کر پکارے او بھائی
شگون پہلے کرو تم ذرا دوالی کا

شگن کی بازی لگی پہلی بار گنڈے کی   پھر اس سے بڑھ کے لگی تین چار گنڈے کی
پھرے جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی   تو آگے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی
کمال نرخ لگا پھر تو آ دوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری   جو کچھ تھی جنس میسر بنا بنا ہاری
کسی نے چیز کسی کی چرا چھپا ہاری   کسی نے گٹھری پڑوسن کی اپنی لا ہاری
یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دوالی کا

کسی کو داؤ پہ لا نکّی موٹھ نے مارا   کسی کے گھر پہ دھرا سوختہ نے انگارا
کسی کو نرد نے چوپڑ کے کر دیا زارا   لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازار تک ہارا
یہ شور آ کے مچا جا بجا دوالی کا

کسی کی جورو کہے ہے پکار رے بھڑوے   بہو کی نوگری بیٹے کے ہاتھ کے کڑے

جو گھر میں آوے تو سب مل کہیں ہیں سو گھر دوے　　نکل تو یاں سے ترا کام یاں نہیں بھڑوے
خدا نے تجھ کو تو شہد اکیا ڈالی کا

جلد ۲

وہ اس کے جھونٹے پکڑ کر کہے ہے ماروں گا　　ترا جو گہنا ہے سب تار تار اتاروں گا
جو یلی اپنی تو اک داؤ پر میں ہاروں گا　　یہ سب تو ہارا ہوں خندی تجھے بھی ہاروں گا
چڑھا ہے مجھ کو بھی اب تو نشا دوالی کا

تجھے خبر نہیں خندی یہ لت وہ پیاری ہے　　کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اس نے جورو کی نتھ اور ازار اتاری ہے　　ازار کیا ہے کہ جورو تلک بھی ہاری ہے
سنا یہ تو نے نہیں ماجرا دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ ان کو جانیو یارو　　نصیحتیں ہیں انھیں دل میں ٹھانیو یارو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھانیو یارو　　جو جواری ہو نہ برا اس کا مانیو یارو
نظیرؔ آپ بھی ہے جواریا دوالی کا

نظیرؔ

۷۰ ۔ سلونوں کی راکھی

چلی آتی ہے اب تو ہر کہیں بازار کی راکھی
سنہری سبز ریشم زرد اور گلنار کی راکھی

بنی ہی گوکہ نادر خوب ہر سردار کی راکھی
سلونوں میں عجب رنگیں ہی اس دلدار کی راکھی
نہ پہونچے ایک گل کو پار جس گلزار کی راکھی

عیاں ہی اب نو راکھی بھی چمن بھی گل بھی شبنم بھی
جھمک جاتا ہی موتی اور جھلک جاتا ہی ریشم بھی
تماشا ہی اہا ہا غنیمت ہے یہ عالم بھی
اٹھا نا ہاتھ پیارے واہ وا ٹک دیکھ لیں ہم بھی
تمہاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی

مچی ہے ہر طرف کیا کیا سلونوں کی بہار اب تو
ہر اک گلرو پھرے ہی راکھی باندھی ہاتھ میں خوش ہو
ہوس جو دل میں گزرے ہی کہوں کیا آہ میں تم کو
یہی آتا ہی جی میں بن کے باھمن آج تو یارو
میں اپنے ہاتھ سے پیارے کی باندھوں پیار کی راکھی

ہوئی ہی زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے
ولیکن تم سے اے جاں اور کچھ راکھی کے گل پھولے

دوانی بلبلیں ہوں دیکھ گل چننے لگیں تنکے
تمہارے ہاتھ سے مہندی سے انگشتوں سے ناخن
گلستاں کی چمن کی باغ کی گلزار کی راکھی

ادا سے ہاتھ اٹھنے میں گل راکھی جو ہلتے ہیں
کلیجے دیکھنے والوں کے کیا کیا آہ چھلتے ہیں
کہاں نازک یہ پہنچے اور کہاں یہ رنگ ملتے ہیں
چمن میں شاخ پر کب اس طرح کے پھول کھلتے ہیں
جو کچھ خوبی میں ہے اس شوخ گل رخسار کی راکھی

پھریں ہیں راکھیاں باندھے جو ہر دم حسن کے تارے
تو ان کی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے مارے
پہن زنار اور قشقہ لگا ماتھے اوپر بارے
نظیر آیا ہے باہمن بنکے راکھی باندھنے پیارے
بندھا لو اس سے تم ہنس کر اب اس تیوہار کی راکھی

نظیر

جلد۲

۱۷۔ صرّاف

کتنے اسی بازار میں زر کے ہی پیشہ دار ہیں
بیٹھے ہیں کر کر کوٹھیاں زر کے لگے انبار ہیں
سب لوگ کہتے ہیں انھیں یہ سیٹھ ساہوکار ہیں
ہیں فرش کوٹھی میں بچھے تکیے لگے ہیں زرفشاں
بہیاں کھُلی ہیں سامنے لکھتے ہیں لکھن کارواں
کچھ پیسہ کچھ پر پیسہ کی آتی ہیں باتیں درمیاں
لاکھوں کے لکھتے درشنی سو سیکڑوں کی ہنڈیاں
کیا کیا منی اور سود کی کرتے سدا تکرار ہیں
تھوڑی سی پونجی جن کی ہی بیٹھے ہیں وہ بھی ڈال کر یاں
ایدھر ٹکے دس بیس کے اودھر دھری ہیں کوڑیاں
اور جو ہیں حدشت پونجے اِن کوڑیوں کی تھیلیاں
کاندھوں پہ رکھ جاتے ہیں واں لگتی جہاں ہیں گزریاں
دیکھا تو یہ سب پیٹ کے دھندے ہیں اور بس کار ہیں واں نظیر

جلد۲

۲۷ - مجمعِ احباب

خوش گزرتے تھے اس طرح ایّام　　عیش رہتا تھا صبح سے تا شام
جمع رہتے تھے بزم میں وہ حسیں　　نہ ہوئے ہیں نہ ہوئیں گے جو کہیں
خوبرو کوئی نازنیں کوئی　　مہروش کوئی مہ جبیں کوئی
شوخ چالاک خوش مزاج ذہیں　　سن جوانی کا سب کے سب شوقین
خوشنما خوش مزاج خوش اسلوب　　ایک ایک اپنے طرز پر محبوب
آشنا دوست سب کے سب ہمراز　　خوش بیاں کوئی کوئی خوش آواز
شہرہ پایا تھا خوش جمالی سے　　سب کے سب خاندان عالی سے
شوخ ہر ایک کی طبیعت تھی　　طرفہ یادش بخیر صحبت تھی
شوق ہر ایک فن کا رہتا تھا　　چرچا شعر و سخن کا رہتا تھا
کھانا بے ڈھنگی نہ پچتا تھا　　میلا ٹھیلا کوئی نہ بچتا تھا
روز رہتا تھا لطفِ سیر و شکار　　شب کو بجتی تھی بین دن کو ستار
وضع کی سب کو گو تھی پابندی　　پر نہ بچتی تھی کوئی نوچندی
دوست جتنے تھے رہتی تھی ہمراہ　　کربلا میں کبھی کبھی درگاہ

رہتا تھا تیرھویں کا جلسہ یاد شام سے جاتے تھے حسین آباد
لوگ پہلے سے واں پہ جاتے تھے فرش تالاب پر بچھاتے تھے
صحبتِ عیش گرم رہتی تھی کچھ نہ آپس میں شرم رہتی تھی
رات ہنس بول کے گزارتے تھے صبح سب اپنے گھر سدھارتے تھے
ہوش باقی نہ رہتا تھا تن کا آتا تھا جب مہینہ ساون کا
دل کے ارمان سب نکالتے تھے جھولے باغوں میں جا کے ڈالتے تھے
جمع ہوتے تھے سینکڑوں محبوب خوش گلو خوش مزاج خوش اسلوب
لذت زندگی اٹھاتے تھے ہنستے تھے گاتے تھے بجاتے تھے
خوش گلو جب کہ تان لیتے تھے دل تو کیا چیز جان لیتے تھے
پڑنے پرنے اڑاتے تھے دل کے کوکتے تھے مثال کوئل کے
لطف صحبت کا جو اٹھاتے تھے بن بلائے سب آپ آتے تھے
جمع ہونے لگے جو غیرت حور صحبت اپنی بھی ہوگئی مشہور
دیکھ بے طرح ہم فقیروں کو رشک آنے لگا امیروں کو

حق تو یہ ہے کہ جائے حیرت تھی
کچھ عجب نکھری نکھری صحبت تھی

مرزا شوق

۴۷۔ آگرہ کی تیراکی

جلد ۲

جب پیرنے کی رُت میں دلدار پیرتے ہیں ۔۔۔ عاشق بھی ساتھ ان کے غمخوار پیرتے ہیں
بھولے سیانے ناداں ہشیار پیرتے ہیں ۔۔۔ پیر و جوان ولڑکے عیّار پیرتے ہیں
ادنےٰ غریب مفلس زردار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

جھرنے سے لے کے یارو سنّجا کا تا پیالہ ۔۔۔ چھتری سے برج خونی دارا کا چونترا کیا
مہتاب باغ، ستّید تیلی قلعہ و روضہ ۔۔۔ غل شور کی بہاریں انبوہ سیر چرچا
ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتی ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتی ہیں

باغِ حکیم اور جو شیو داس کا چمن ہی ۔۔۔ ان میں جگہ جگہ پر مجلس ہی انجمن ہی
میوہ مٹھائی کھانے اور ناچ دل لگن ہی ۔۔۔ کچھ پیرنے کی دھو میں کچھ عیش کا چلن ہی
ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں۔

برسات میں جو آکر چڑھتا ہے خوب دریا ۔۔۔ ہر جا کھری و چادر، بندا ور نا ند چکوا

جلد۲

مینڈا بھنور اچھالن چکر سمیٹ مالا مینڈا گھمیر تختہ کسّے پچھاڑ کرّا
واں بھی ہنر سے اپنے ہشیار تیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار تیرتے ہیں

تربینی میں اہا ہا ہوتی ہیں کیا بہاریں خلقت کے ٹھٹھ ہزاروں ہر اک کی قطاریں
پیریں، نہاویں اچھلیں کودیں لڑیں پکاریں لیتے وہ چھینٹ غوطے کھا کھا کی ہاتھ ماریں
کیا کیا تماشے کر کر اظہار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اہی یار پیرتے ہیں

جمنا کا پاٹ گویا صحنِ چمن ہے بارے پیر اک اس میں پیریں جیسے کہ چاند تارے
منہ چاند کے سے ٹکڑے تن گوری پیارے پیارے پریوں سے بھر رہے ہیں منجدھار اور کنارے
کچھ وار پیرتے ہیں کچھ پار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

کتنے کھڑے ہی پیریں اپنا دکھاکے سینہ سینہ چمک رہا ہی ہیرے کا جوں نگینہ
آدھے بدن پہ پانی آدھے پہ ہے پسینہ سردوں کا بہ چلا ہی گویا کہ اک قرینہ
دامن کمر پہ باندھے دستار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

جاتے ہیں ان میں کتنے پانی پہ صاف ہوتے کتنوں کے ہاتھ پنجرے کتنوں کے سر پہ طوطے
کتنے پتنگ اڑاتے کتنے سوئی پروتے حقوں کا دم لگاتے ہنس ہنس کے شاد ہوتے

سو سو طرح کا کر کر بستار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

کچھ ناچ کی بہاریں پانی کے کچھ لتاڑے دریا میں مچ رہی ہیں اندر کے سو اکھاڑے
لبریز گلرخوں سے دونوں طرف کرارے بجرے و ناؤ چپو ڈونگی بنے نواڑے

اس جھمگھٹوں سے ہو کر سرشار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ناؤں میں وہ جو گلرو ناچوں میں جھمک رہے ہیں جوڑے بدن میں رنگیں گہنے جھنک رہے ہیں
تانیں ہوا میں اڑتیں طبلے کھڑک رہے ہیں عیش و طرب کی دھومیں پانی چھپک رہے ہیں

سو ساٹھ کے بنا کر اطوار پھیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ہر آن بولتے ہیں سید کبیر کی جے پھر اس کے بعد اپنے استاد پیر کی جے
مور مکٹ کنہیا، جمنا کے تیر کی جے پھر غول کے سب اپنے خورد و کبیر کی جے

ہر دم یہ کر خوشی کی گفتار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتی ہیں

جلد ۳

کیا کیا نظیر یاں کے ہیں پیرنے کے بانی
ہر جن کے پیرنے کی ملکوں میں آن مانی
اُستاد اور خلیفہ شاگرد یا رجانی
سب خوش رہیں ہمیں جب تک جمنا کے بیچ پانی
کیا کیا ہنسی خوشی سے ہر بار پیرتی ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتی ہیں

نظیر

۷۳۔ کُشتی

کَس چکا کاچھ کے تئیں جس دم
پھر ہوا سامنے بجا کر خم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا
لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا
نیچے لینے کا مرزا نے کر ٹھاٹ
کیا لونڈے پہ وُوں ہی دھوبی پاٹ
چاہے تھا رانوں میں اُسے جکڑا
لونڈے نے دوڑ مالکھم پکڑا
کر کلا زنگ دے بغل کے بیچ
کیا کیا اس کو دکھائے اونچ اور نیچ
دھنس کے ہتھوں میں پھر اٹھا کے حپٹ
کہا "کہہ اب کے حپت کروں یا پٹ"

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا   کہا "ہو جس طرح سے تیری رضا"

جلد ۲

بولے مرزا " برا نہ مانو گے

اپنا استاد مجھ کو جانو گے"

سودا

۷۵۔ مار پھینک

صیّاد نے جو دیکھا ہرن اُٹھ چلا جھپاک

جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کو وہ سینہ چاک

سونٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اس نے تاک

بھاگا ہرن لگا وہیں گیدڑ کے آ کھٹاک

سراس کا پھوٹا اور وہ سلامت گیا ہرن

نظیر

۷۶۔ پتنگ بازی

لاتا ہی پھیر پھار کے تکل جو اپنی واں   کہتا ہی کوئی اُن سے خبردار ہو میاں

اب پیچ پڑنے کو ہی نہ دی اتنی ڈھلیاں   گھبرا کے کتنے اس کے نہ پھنسنے دو میری جاں

اچھا نہیں ہے مفت کھپانا پتنگ کا

جلد گر پیچ پڑ گئے تو یہ کہتے ہیں دیکھیو
رہ رہ اسی طرح سے نہ اب دیجو ڈھیل کو
پہلے تو یوں قدم کے تئیں اُدمیاں رکھو
پھر ایک رگڑا دیکے ابھی اس کو کاٹ دو
ہیگا اسی میں فتح کا پانا پتنگ کا

کٹتا ہے جو پتنگ تو پھر لوٹتے اسے
دو دو ہزار دوڑتے ہیں چھوٹے اور بڑے
کاغذ ذرا سا ملتا ہے یا لکڑے کانپ کے
جب اس طرح کی سیر بھلا آن کر کرے
پھر سوچئے تو کیا ہے ٹھکانا پتنگ کا

نظیر

۷۔ عیش پرستی

عجب لوگ ہیں وہ کہ جن کو مدام
نہیں ہے بجز خوش دلی اور کام
میسر ہے ہر وقت خوباں کا دید
ہے ہر شب شب قدر ہر روز عید
کسی زلف سے گاہ کرتے ہیں لہو
گہے نشۂ مے میں رہتے ہیں محو
گہے بوس لب سے کنایات ہے
گہ آنکھوں میں حرف وحکایات ہے
کبھو دے ہے وہ لاکھ زوروں سے جام
کبھو لے ہے یہ سو نہوروں سے کام

کبھو سیر بجتی ہے آہنگ کی — کبھو تھاپ لگتی ہے مردنگ کی جلد ۴
کبھی ناچتا ہی وہ مہوشِ حضور — کہ جوں برق رخشندہ یکسر ہے نور
ہی جنبش میں جس کی یہ سب تاؤ بھاؤ — کہ جوں شعلہ بھڑکے ہی بہنے سے باؤ
وہ نکلی یہ سب زیب و زیور میں غرق — کہ نکلے ہی جس طرح بادل سے برق
کہوں کیا میں صورت کا اس کی بیاں — کہ ہر عضو اس کا تھا آشوب جاں
تھی خلقت سے اس آب و گل کی بری — نجانے کہ تھی حور یا وہ پری
و گھنگرو کہ جن کی جھمک یہ بلائے — کہ مردہ کو خوابِ عدم سے جگائے
ہوئی ان کی جب پاؤں میں اس کے جا — ہوا چار سو شورِ محشر بپا
زبس عود سوزوں میں روشن تھا عود — تھی بوئے خوش اتنی کثیر الوجود
کہ کہتی تھی گھبرا کے ہر دم نسیم — کہ اٹھتا نہیں مجھ سے بارِ شمیم
مئے لعل مانند خونِ حمام — کہ یاقوت جس کا ہے ادنے غلام
ہر اک سمت تھا اس کا مجلس میں دور — پیئے تھے زن و مرد پانی کے طور

یونہیں تھا کوئی لحظہ یہ ناؤ نوش
تھے عیش و طرب ہمدگر گرم جوش

قائمؔ

جلد۲

۷۸۔ چوسر کا کھیل

عجب طرح کی وہ رنگیں چوپڑ غرض بچھائی ہے اب خدا نے
کوئی ہے پھسکل کسی کا جگ ہے بھریں ہیں نردیں بھی خانے خانے
جو پاسا پھینکے بنا بنا کر وہ داؤں کتنے ہی دل میں ٹھانے
جو چاہتا ہو اٹھارہ آویں تو اس کو پڑتی ہیں تین کانے
پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

نظیر

۷۹۔ دلّی دربار

سنہ ۱۹۰۴ء

سر میں شوق کا سودا دیکھا — دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا — کیا بتلائیے کیا کیا دیکھا
نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی — شغل یہی ہے دل کو کافی

جلد ۱

مانگتا ہوں یاروں سے معافی — خیر اب دیکھئے لطف قوافی

جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا — اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا

سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا — حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا

پلٹن اور رسالے دیکھے — گورے دیکھے کالے دیکھے

سنگینیں اور بھالے دیکھے — بینڈ بجانے والے دیکھے

خیموں کا اک جنگل دیکھا — اس جنگل میں منگل دیکھا

برھا اور وُرنگل دیکھا — عزت خواہوں کا دنگل دیکھا

سڑکیں تھیں ہر کمپ سے جاری — پانی تھا ہر پمپ سے جاری

نور کی موجیں لمپ سے جاری — تیزی تھی ہر جمپ سے جاری

کچھ چہروں پہ مردی دیکھی — کچھ چہروں پہ زردی دیکھی

اچھی خاصی سردی دیکھی — دل نے جو حالت کر دی دیکھی

ڈالی میں نارنگی دیکھی — محفل میں سارنگی دیکھی

بے رنگی بارنگی دیکھی — دھر کی رنگا رنگی دیکھی

اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا — بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا

منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا — دل دربار سے اٹکا دیکھا

جلد۲

ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم ان کا چلنا کم کم تھم تھم
زرّیں جھولیں نور کا عالم میلوں تک وہ چھم چھم چھم چھم

پر تھا پہلوے مسجد جامع روشنیاں تھیں ہر سو لامع
کوئی نہیں تھا کسی کا سامع سب کے سب تھے دید کے طامع

سرخی سڑک پہ کٹتی دیکھی سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی
آتشبازی چھٹتی دیکھی لطف کی دولت لٹتی دیکھی

چوکی اک چو لکھی دیکھی خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی شہد اور دودھ کی مکھی دیکھی

ایک کا حصّہ من و سلوے ایک کا حصّہ تھوڑا حلوے
ایک کا حصّہ بھیڑ اور بلوے میرا حصّہ دور کا جلوے

اوج بھی برٹش راج کا دیکھا پرتو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا رُخ کرزن مہاراج کا دیکھا

پہنچے پھاند کے سات سمندر تحت میں اُن کے بیسیوں بندر
حکمت و دانش ان کے اندر اپنی جگہ ہر ایک سکندر

اوجِ بخت ملاقی اُن کا چرخِ ہفت طباقی اُن کا

جلد۲

محفل ان کی ساقی ان کا آنکھیں میری باقی ان کا
ہم تو ان کے خیر طلب ہیں ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں سب سامانِ عیش و طرب ہیں
اگزبشن کی شان انوکھی ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی
اقلیدس کی ناپی جوکھی من بھر سونے کی لاگت سوکھی
جشنِ عظیم اس سال ہوا ہے شاہی فورٹ میں بال ہوا ہے
روشن ہر اک ہال ہوا ہے قصۂ ماضی حال ہوا ہے
ہے مشہور کوچۂ برزن ہال میں ناچیں لیڈی کرزن
طائرِ خوش تھے سب کے برزن رشک سے دیکھ رہی تھی ہرزن
ہال میں چمکیں آکے یکایک زرّیں تھی پوشاک جھکاجھک
محو تھا ان کا اوجِ سماک چرخ پہ زہرا ان کی تھی گاہک
گو رقّاصۂ اوجِ فلک تھی اس میں کہاں یہ نوک پلک تھی
اندر کی محفل کی جھلک تھی بزمِ عشرت صبح تلک تھی
کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے جس نے دیکھا ہو وہ جانے

جلد ۲

۸۰- دِلّی دربار

سنہ ۱۹۱۲ء

دیکھ آئے ہم بھی دو دن رہ کے دہلی کی بہار
حکم حاکم سے ہوا تھا اجتماع انتشار

آدمی اور جانور اور گھر مزیّن اور مشین
پھول اور سبزہ چمک اور روشنی ریل اور تار

کیروسین اور برق اور پیٹرولیم اور تارپین
موٹر اور ایروپلین اور جھگڑے اور اقتدار

مشرقی تیلوں میں تھی خدمتگزاری کی امنگ
مغربی شکلوں سے شانِ خود پسندی آشکار

شوکت و اقبال کے مرکز حضورِ امپرر
زینت و دولت کی دیبی امپرسِ عالی تبار

بحرِ ہستی لے رہا تھا بے دریغ انگڑائیاں
ٹمز کی امواج جمنا سے ہوئی تھیں ہمکنار

انقلاب دہر کے رنگین نقشے پیش تھے
تھی پئے اہل بصیرت باغِ عبرت میں بہار

ذرے ویرانوں سے اٹھتے تھے تماشہ دیکھنے
چشم حیرت بن گئی تھی گردشِ لیل و نہار

مصلحت آمیز ہر طرز و طریق و انتظام
حکمت آگیں ہر ادائے حاکمانِ نامدار

جامے سے باہر نگاہِ نازِ فاتحانِ ہند
جدِّ قانونی کے اندر آنریبلوں کی قطار

خیمہ کا ٹوٹل دلوں میں ٹھیکیاں لیتا ہوا
فکر ذاتی میں خیالِ قوم غائب فی المزار

دعوتیں انعام اسپیچیں قواعد فوج کیمپ
عزتیں خوشیاں امیدیں احتیاطیں اعتبار

پیش رو شاہی تھی پھر ہز ہائینس پھر اہل جاہ
بعد اس کے شیخ صاحب پیچھے ان کی خاکسار

حلد ۴

اکبر

۸۱- مراجعتِ وطن

بارے آئی نجات کی باری
کھُل گیا عقدۂ گرفتاری

کوچ ٹھہرا مقام غربت سے
اب وطن چلنے کی ہے تیاری

کالے پانی سے ہوتے ہیں رخصت
اشک شادی ہیں آنکھوں سے جاری

بیٹھتے ہیں جہاز وودی پر
اُٹھتے ہیں لنگرِ گرانباری

السّلام اے خروش بحرِ محیط
السّفر اے سفینہ جاری

سامنے ہر طرف سمندر ہے
سایۂ آسمان زنگاری

ہمسفر قافلے ہیں موجوں کے
خضر اور نوح کی ہے سالاری

دن کو خورشید کی زرافشانی
رات کو اوس کی گُہر باری

پانی کے اٹھتے ہیں بلند پہاڑ
اس پہ آتی ہے موج کی باری

پانی پہ چڑھ کے پانی بہتا ہے
قدرتِ حق کی ہے نموداری

نکلے دریائے شور سے صد شکر بحرِ شیریں کی آگئی باری

جلد ۳

نظر آیا سوادِ کلکتہ

شکر ہے شکر حضرتِ باری

منیرؔ

۸۲ ـ سفر نامہ

پاؤ توفیق ٹک تو سر کو دُھنو یہ بھی اک سانحہ ہے میرؔ سُنو

ہم کو درپیش تب سفر آیا جب کہ برسات سر ہی پر آیا

ابر ہونے لگے سفید و سیاہ پانی رستوں میں کیچ ساری راہ

سب کی دریا پہ ہو کے راہ پڑی پانی کی سطح پر نگاہ پڑی

ہوش جاتا تھا دیکھ جوشِ آب گوش کرتا تھا کر خروشِ آب

آب تہ دار اور تیرہ بہت لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت

پانی پانی تھا شور سے طوفاں دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جاں

ناؤ میں پاؤں ہم نے بارے رکھا خوف کو جان کے کنارے رکھا

جب کہ کشتی رواں ہوئی واں سے جسم گویا کہ تھا تہی جاں سے

جلد ۱

کیا کہیں ڈوب ہی چلے تھے ہم　　ناخدائی خدا نے کی اس دم
ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا　　خوف سے جی ہی ڈوبا جاتا تھا
خطرِ غرق سے تھی طاقت طاق　　بیخودی سے ہوا تھا استغراق
ہر بلا سے تھے ہمکنار ہوئے　　تھا خدا ہی جو بہہ کے پار ہوئے
کسو درویش کا تھا یمنِ قدم　　جا کے پہنچے جو اس کنارے ہم

ورنہ اعمال نے ڈبویا تھا
گوہرِ جاں سے ہاتھ دھویا تھا

پار کا گنج تھا جو شاہ درا　　سب نے رہنا دہیں کا جی میں دھرا
فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ　　راہ واں سے یہاں تلک سب کیچ
تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز　　پہونچے واں شام کھینچ رنج دراز
جا کے حیران ہوئے کدھر جائیں　　سر گھسیڑیں جو ٹک جگہ پائیں
تگ و دو ہر طرف لگے کرنے　　تسپہ پڑتے تھے مینھ کے جھرنے
کوئی میداں میں کوئی چھپر میں　　کوئی در میں کوئی کسو گھر میں
گھر ملا صاحبوں کو ایسا تنگ　　جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ
بیٹھنے دیں نہ جبکہ صاحب کو　　کون پوچھے نفر مصاحب کو

جلدہ

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرا پائی   ویسے گھر چھوٹے ویسے جا پائی
رہنا بھٹیاری کا غنیمت جان   جو کہا اس نے ہم گئے سب مان
کچھ پکانے کا جب سوال کیا   میں نے اظہار اپنا حال کیا
یاں جو لائے ہیں مجھ کو اپنے ساتھ   زندگانی مری ہے اُن کے ہاتھ
پہونچے ہی اُن کے روبرو سے طعام   صبح کا صبح مجھ کو شام کا شام
جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے   کچھ رہا سو اٹھا دیا میں نے
سُن کے اک دل سے کھینچی اُس نے آہ   اور بولی کہ واہ صاحب واہ
ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے   چار پانچ آدمی ہیں پاس کھڑے
کچھ یہ کھاویں گے کچھ کھلاویں گے   ہم کچھ ان کے سبب سے پاویں گے
سو تو نکلے ہو کورے بالم تم   ہو گدا جیسے شاہ عالم تم
کھانے پینے کی کچھ نہیں ہی بات   دیکھئے کس طرح سے گزرے رات
صدقے میں ایسے بھی اتارے کے   سو گئے بخت گھر ہمارے کے
میں کہا مہترانی جی کچھ لو   مجھ سے آزردہ دل نہ اتنی ہو
بعضے کھاتے ہیں کچھ کھلاتے ہیں   بعضے مجھ سے بھی آتے جاتے ہیں
بارے جوں توں ہوئی وہ رات تمام   صبح کو صاحبوں کا ٹھہرا مقام

جلد ۴

یہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کوچ غازی آباد کو گئے سب پوچ
صاحب اُترے حویلی میں آکر باغ میں اس کے سب نفر جاکر
واں سے میرٹھ سبھوں کی تھی منزل کیچ پانی اگرچہ تھا حائل
گرتے پڑتے پہنچ گئے سارے ہم جفائے سپہر کے مارے
واں دلا ور تسنگ پھر واں سے جا کے واں تنگ آگئے جاں سے
اک گھڑی بود و باش کو پائی کچھ نہ کھانے کو جس میں نہ کھائی
چھوٹی چھاٹی سی چار دیواری اور میدان تھی گڈھی ساری
پھر نہ میدان بھی برابر تھا ہر قدم ایک غار و چقر تھا
کھنڈرے اس میں تھے تین چار مکاں جن کا گرنے پہ سخت ہی میلاں
وہ گڑھی ساری کھیتی ناج کی تھی برسوں سے تھی پڑی نہ آج کی تھی
وہ رہے جو رکھے بہت سے لوگ یا کوئی جوگی جو کرے واں جوگ
ورنہ مشکل بہت ثباتِ قدم دل میں اک ہول ہی رہے ہر دم

یاد سے دن جو سائیں سائیں کرے
رات ہووے تو بھائیں بھائیں کرے

کتوں کے چار اور رستے تھے کتے ہی واں کہے تو بستے تھے

جلد۱۴

سانجھ ہوتے قیامت آئی ایک — شورِ عف عف سے آفت آئی ایک
گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے — روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے
جب کہ ہڈی پہ چار چار لڑیں — گوشت پر بھیڑیئے سے دوڑ پڑیں
ایک نے ایک دیگچا چاٹا — ایک آیا سو کھا گیا آٹا
اک طرف ہی چپڑ چپڑ کی صدا — یعنی کتا ہی چسکی چاٹ رہا
ایک کے منہ میں ہانڈی ہی کالی — ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی
تیل کی کپّی ایک لے بھاگا — ایک چکنے گھڑے سے جا لاگا
ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا — پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا
گھومنے اک لگا اندھیرا کر — ایک نے اور ایک پھیرا کر
گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیئے — ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیئے
جھڑ جھڑا اٹھے ہی کان کو کوئی — رو اٹھے ہی اپنی جان کو کوئی
لوگ سوتے ہیں کتّے پھرتے ہیں — لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں
سر پہ دربان کے بلا ہی رہی — کتّا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہا
منہ میں کف دور دور کرنے سے — حال بے حال شور کرنے سے
تو کہے سُن کے وہ گلا پھاٹا — باولے کتّے نے اسے کاٹا

جاگتے ہو تو دو بد و کتّے　　سو کر اُٹھو تو رو برو کتّے
باہر اندر کہاں نہ تھے کتّے　　بام و دَر چھت جہاں تہاں کتّے

جلد۳

یا رو کتّے کی جان کا تھا روگ
جاں بلب ہوں نہ کس طرح سے لوگ

بستی دیکھی تو ایسی تھی آباد　　کہ بیاباں سخت سے وے یاد
چار چھپّر کہیں چار روں کے　　سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
پھر چلو آگے تو نہیں ہے کچھ　　ڈھیر سا اور جو کہیں ہے کچھ
پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہے　　سو بھی میدان میں اکیلی ہے
ایک دو مردے سے پڑے ہیں واں　　زرد زرد ہو گئے ہیں لب بے ناں
اور جو چار گھر نظر آئے　　ان کی خوبی کھلے وہیں جائے
وہ بھی کولی چمار تھے کوئی　　فاقوں کے زیر بار تھے کوئی
اس سے آگے بڑھے تو دھینو رتھے　　اجڑے بچھڑے انھوں کے کچھ گھر تھے
صورتیں کالی کالی سوکھے سے　　سارے کنگال اور بھوکے سے
اور آگے گئے تو تھا بازار　　اس میں بنیوں کی تھیں دکانیں چار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا　　تس کو بھی کھیوں نے تھا چاٹا

جلد ۲

ایک کے پاس جو کچھ اور چنے — چھبڑوں میں خاک دھول ایک کنے
چوتھا باقی رہا سو تھا کنگال — نام کو کہتے ہیں اسے بقال
ایک کنجڑے پہ چار گٹھی ساز — تس پر اس کو ہزار نخرہ و ناز
کیا کہوں مرچ تھی نہ ادرک تھی — اس مچھندر میں کچھ تو بھدرک تھی
ایک دوکان تھی پساری کی — اس نے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
اس سے جا کر جو مانگیے ہلدی — زرد مٹی کو باندھ دے جلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے — بس تم اس بستی میں میاں جی رہے
یاں جو کچھ ہے چلن وہ دیتا ہوں — میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں
مانگو اس سے جو مرچ یا دھنیا — دیوے تو کیسا وہ بچا دھنیا
اس میں دو دانے اور سب کنکر — دیئے کاغذ میں ہاتھ لمبا کر
لونگ چوراب نفر سے منگوایا — لال مرچیں کُٹی ہوئی لایا

اور اشیاء یہیں سے کریئے قیاس
آگے جاتا نہیں کہا مجھ پاس

آس پاس اس گڑھی کی آئی جھیل — گم ہو برسات میں طریق سبیل
اس سے واں کی ہوا بہت مرطوب — ہوئے نزلہ زکام بے اسلوب

جلد ۱۴

کتنے زوروں میں ہوتی ہی کھانسی
ایسی جیسے گلے میں دی پھانسی

کیا کڈھب چرخ کج نے پھینکا تھا
پر خدا کچھ ہمارا سید ھا تھا

جس نے قدرت نمائی کی اپنی
اس بلا سے رہائی کی اپنی

بد زبانی کا مجھ کو کب ہے دماغ
ایسی باتوں سے میں کیا ہی فراغ

ہو چکی صاحبوں کی فرمائش
چپ رہو اب ہی زمان آسائش

۸۳۔ تصویر غازی انور پاشا

میر

ہلتا ہی جگر خوف سے رعشہ ہی بدن میں
تصویر میں اک شیر جری دیکھ رہا ہوں

اک شان تحکم ہی عیاں نور جبیں سے
آنکھوں کو فراست سے بھری دیکھ رہا ہوں

انداز یہ کہتا ہی نگاہیں ہیں غضب کی
چہرے پہ مگر بے خبری دیکھ رہا ہوں

شمشیر بکف تاؤ سے مونچھیں ہیں خمیدہ
اک خصلت شیر ببری دیکھ رہا ہوں

بتلائے کوئی مجھ کو یہ کس قوم سے ہوگا
ہیں سر پہ کلاہ تتری دیکھ رہا ہوں

حیرت ہی مجھے کس کی یہ تصویر ہی اے نجمؔ
اس شکل میں شان عمری دیکھ رہا ہوں

نجم

جلد۲

۸۴ — بے نظیر شاہ

غضب ہو گا اس کا رخِ دل پذیر ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر
وہ کندن سا چہرہ دمکتا ہوا وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا
بسنتی فقط ایک تہ بند پاس سجیلے بدن پر غضب کا لباس
رفیق اس کے کیا کیا محبّت شعار حسین و طرحدار عالی وقار
جبیں سے عیاں شانِ شاہنشہی فقیری میں بھی صولتِ خسروی
بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز پھر اس پر بھی ہر لحظہ سرگرم ناز
یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر ہوا زلفِ جاناں کا تازہ اسیر
لئے ہے کسی کی محبت میں جوگ وہ سنتا ہے بس جوگیا اور بروگ
جو چلتا ہے وہ نو گرفتار غم اٹھاتا ہے کس نازکی سے قدم
مگر دم محبت کا بھرتا ہوا وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا
جو کہتا ہے کوئی کرم کیجئے ذرا دیر سائے میں دم لیجئے
تو کہتا ہے وہ ہنس کے او بے خبر جمے گا یہ آسن دریار پر
کھلا اس پہ ایسا بسنتی لباس کہ سورج ہوا دیکھ کر بدحواس

اثرِ عشق کا اتنا پیدا ہوا — اسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا (جلد ۱)
بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے — بہت نام ہی سن کے عاشق ہوئے
زمانہ کل اس کا برو گی بنا
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

—بے نظیر

۸۵- چھیلا

جامے کو خوب سا چنیاتے ہیں — خال رخسار پر بناتے ہیں
مہندی بھی تپلی سی لگاتے ہیں — ناز کرتے قدم اٹھاتے ہیں
دیکھا کرتے ہیں آرسی میں جمال
محوِ رعنائی کتنے ہیں اللہ — مسی سے کرتے ہیں مسوڑے سیاہ
رکھتے ہیں سر پہ کج ہمیشہ کلاہ — شانہ سے کام ہے گہ و بیگاہ
کپڑے نارنجی سر پہ اودی شال

میر



جلد۱

۸۶- تماشہ گر

وہ دیکھے تو بری صورت بُرا حال اور پھٹے کپڑے   بڑھے ڈاڑھی کے بال اور زرد منہ آنکھوں میں آنسو سے
بندھی میلی سی پگڑی سر پہ اور ٹکڑے انگرکھے کے   وہ کپڑے گو پھٹے تھے ہم پر اپنے فن میں یکتے تھے
لگا رکھتے تھے ایسے وقت پر بچّہ گلہری کا

جو ہیں اتنے میں ہم کو اس بُرے احوال سے دیکھا   کہا اس نے کہ ہنستا ہو گا اُن سے کس طرح بچّا
نظر سے اُس کی میں نے جب تو واں اس بات کو تاڑا   کمر کو دیکھ ڈھونڈی جیب پگڑی کو ٹٹول اس جا
وہیں ہم نے نکالا ڈھونڈھ کر بچّہ گلہری کا

بے نظیر

۸۷- آدمی

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی   اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بینوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی   نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال و قطب غوث و ولی آدمی ہوئے   منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے

کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کے کئے حتّٰی کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعوٰی خدائی کا شدّاد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نار ہے اور آدمی ہی نور یاں آدمی ہی پاس ہے اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور شیطاں بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور
اور ہادی رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآں اور نمازیاں اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہے آدمی چلّا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی
اور سُن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہوکے مال اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال

جلدؔ یاں آدمی ہی صید ہی اور آدمی ہی جال سچّا بھی آدمی ہی نکلتا ہی میرے لال
اور جھوٹ کا بھرا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہی اور آدمی بیاہ قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ دوڑے ہیں آدمی ہی مشعالیں جلا کی واہ
اور بیاہ کے چڑھا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقّہ صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار کاندھے پہ رکھ کے پالکی ہیں دوڑتے کہار
اور اس پہ جو چڑھا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا
کہتا ہی کوئی لو کوئی کہتا ہے لا رے لا کس کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی قہر سے لڑتے ہیں گھور گھور اور آدمی ہی دیکھ انہیں بھاگتی ہیں دور
چاکر غلام آدمی اور آدمی مزدور یاں تک کہ آدمی ہی اٹھاتے ہیں جا ضرور
اور جس نے وہ بھرا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل وجواہر ہیں بے بہا اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہی ہو گیا

کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہی جوں توا گورا بھی آدمی ہی کہ ٹکڑا سا چاند کا
جلد ۴
بدشکل و بدنما ہی سو ہی وہ بھی آدمی

ایک آدمی ہیں جن کی یہ کچھ زرق برق ہیں روپے کے ان کے پاؤں ہیں سونے کی فرق ہیں
جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں کمخواب تاش شال دوشالوں میں غرق ہیں
اور چیتھڑوں لگا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار
اور وہ جو مر گیا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینہ سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہی اے نظیرؔ
اور سب میں جو بُرا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

نظیرؔ

۸۸- انسان

خدا نے دی ہی اسے ایسی موہنی صورت کہ جس نے اس کی طرف دیکھا پھر نہ منہ پھیرا
خدائے پاک نے اس کو دیا ہی خلقِ عظیم یہی تو ہی جوہر انسانیت کا اک تحفا

ہے اُنس مادہ اس کا محبت اس کا خمیر
یہی سبب ہے جو انسان نام اُس کا ہوا

کہاں ہے سرو میں ایسی لطیف رعنائی
اس آدمی کا ہے جیسا حسین قد بالا

شباب کی وہ خوش آیند دھوپ ہے منہ پر
کہ جس کی گرمی سے روشن ہے چاند سا چہرا

جوانی ہے کہ وہ آبِ حیات کا چشمہ
اسی سے معتدل اس جسم کی ہے آب و ہوا

اسی سے عقل میں جودت ہے فکر میں تیزی
اسی سے نور ہے آنکھوں میں گوش ہے شنوا

جو تجھ کو کرنا ہے اے دل شباب میں کر لے
کہ جسم پر ابھی قابو ہے چشمِ عقل ہے وا

شباب میں تھے بڑے زور دار ہاتھ مگر
اب ان میں ہیبت پیری سے پڑ گیا رعشا

کبھی یہ زور تھا گینڈے کی ڈھال چیر دی تھی
یہ حال ہو گیا اب ٹوٹتا نہیں دھاگا

وہ کان سنتے تھے جو پائے مور کی آواز
اب اُن کے سر پہ چلے توپ تو نہ آئے صدا

کشیدہ تھا کبھی مثلِ الف جو قدِ سہی
وہ منحنی ہوا ایسا کہ بن گیا ہمزا

سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انساں کی
یہ کیا ہے آب ہے آتش ہے خاک ہے کہ ہوا

ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پھر یہ کچھ بھی نہیں
عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا

سیّد شاہ محمد اکبر



۸۹۔ مفلسی کے احوال

جلد۲

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
یہ دُکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

کہئے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہے شاں تعظیم جس کی کرتے ہیں نواب اور خاں
مفلس ہوئے تو حضرتِ لقمان کیا ہیں یاں عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں
حکمت حکیم کی بھی ڈباتی ہے مفلسی

جو اہل فضل عالم و فاضل کہاتے ہیں مفلس ہوئے تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی الف تو اسے بے بتاتے ہیں وہ جو غریب غربا کے لڑکے پڑھاتے ہیں
ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس کرے جو آن کے مجلس کے بیچ حال سب جانیں رنڈیوں کا یہ ڈالا ہے اس نے جال
گر گر پڑے تو کوئی نہ لیوے اسے سنبھال مفلس میں ہوویں لاکھ اگر علم اور کمال
سب خاک بیچ آ کے ملاتی ہے مفلسی

جب رنڈیوں کے بٹنے کا آکر پڑے شمار مفلس کو دیویں ایک تو نگر کو چار چار

اس مفلسی کا آہ بیاں کیا کروں میں یار
گر اور مانگے وہ تو اسے جھڑکیں بار بار
جلد ۲
مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہے مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آن پر
دیتا ہے اپنی جان وہ ایک ایک نان پر
ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خوان پر
جس طرح کتے لڑتے ہیں ایک استخوان پر
ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

کرتا نہیں حیا سے جو کوئی وہ کام آہ
مفلس کرے ہے اس کے تئیں انصرام آہ
سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام آہ
کہتے ہیں جس کو شرم و حیا ننگ و نام آہ
وہ سب حیا و شرم اٹھاتی ہے مفلسی

یہ مفلسی وہ شے ہے کہ جس گھر میں بھر گئی
پھر جتنے گھر میں ست تھی اسی گھر کی دگئی
زن بچے روتے ہیں گویا نانی گزر گئی
ہمسائے پوچھتے ہیں کہ کیا دادی مر گئی
بن مردے گھر میں شور مچاتی ہے مفلسی

لازم ہے گر غمی میں کوئی شور و غل مچائے
مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہے ہائے ہائے
مرجاوے گر کوئی تو کہاں سے اسے اٹھائے
اس مفلسی کی خواریاں کیا کیا کہوں میں ہائے
مردے کو بن کفن کے گڑاتی ہے مفلسی

کیا کیا میں مفلسی کی کہوں خواری پھکڑیاں
جھاڑو بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھکڑیاں

کونوں میں جا لے لپٹے ہیں چھپر میں مکڑیاں ۔۔۔ پیدا نہو ویں جن کے جلانے کو لکڑیاں
جلدہا
دریا میں اُن کے مُردے بہاتی ہی مفلسی

بی بی کی نتھ نہ لڑکوں کے ہاتھوں کڑے رہے ۔۔۔ کپڑے میاں کے بنئے کے گھر میں پڑے رہے
جب کڑیاں بک گئیں تو کھنڈر میں اُڑے رہے ۔۔۔ زنجیر نے کواڑ نہ پتھر گڑے رہے
آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

جب مفلسی سے ہووے کلانوت کا دل اداس ۔۔۔ پھرتا ہی لے طنبورے کو ہر گھر کے آس پاس
اک پاؤ سیر آٹے کی دل میں لگ کے آس ۔۔۔ گوری کا وقت ہووے تو گاتا ہی دہ بھیاس
یاں تک حواس اس کے اڑاتی ہی مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہی بول بول ۔۔۔ پیسا کہاں جو جا کے وہ لاوے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہی کہ پھوٹا ہو جیسے ڈھول ۔۔۔ گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہی ٹھٹھول
ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہی مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بھائی نہ ساتھی ہی ۔۔۔ نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہی
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھے جاتی ہی ۔۔۔ بیٹا بنا ہی دولہا تو باوا براتی ہی
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہی مفلسی

چولھے تو انہ پانی کے مٹکے میں آبی ہی ۔۔۔ پینے کو کچھ نہ کھانے کو اور نے رکابی ہی

مفلس کی جو رو سچ ہی کہ ہاں سب کی جا بی ہی — مفلس کے ساتھ سب کے تیئں بے حجابی ہی
جلد۲
عزت سب اس کے دل کی گنواتی ہی مفلسی

کیسا ہی آدمی ہو پر افلاس کے طفیل — کوئی گدھا کہے اسے ٹھیرا وے کوئی بیل
کپڑے پھٹے تمام بڑھے بال پھیل پھیل — منہ خشک دانت زرد بدن پر جما ہی میل
سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

جب مفلسی ہوئی تو شرافت کہاں رہی — وہ قدر ذات کی وہ نجابت کہاں رہی
کپڑے پھٹے تو لوگوں میں عزت کہاں رہی — تعظیم اور تواضع کی بابت کہان رہی
مجلس کی جوتیوں پہ بٹھاتی ہی مفلسی

رکھتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو — سب خاک میں ملاتی ہی حرمت کی شان کو
سو محنتوں میں اس کی کھپاتی ہی جان کو — چوری پہ آکے ڈالے ہی مفلس کے دھیان کو
آخر ندان بھیک منگاتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے ای یار تا فقیر — خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہی اک آن میں حقیر — کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیر
وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہی مفلسی

نظیر

جلد۲

۹۰ - ضعفِ پیری

عیش و عشرت کے مزے جتنے کہ سب زور میں ہیں
خرمی خوش دلی عیش و طرب زور میں ہیں
لذتیں فرحتیں کیا کہیے عجب زور میں ہیں
زندگانی کے مزے جتنے ہیں سب زور میں ہیں
سچ ہے یہ بات کہ ہے زور ہی میں زور مزا

جب سے کمزور ہوئے تب سے ہوا یہ احوال
سستی و ضعف و نقاہت کی چڑھائی ہے کمال
ہو گئے سب وہ اچھل کود کے نقشے پامال
اب جو چاہیں کہ چلیں پھر بھی اسی طور کی چال
قصد کرتے ہیں بہت پر کہیں جاتا ہے چلا

راہ چلنے میں یہ کچھ ضعف سے ہوتے ہیں نڈھال
ہر قدم آتے ہیں پابوس کو سو رنج و ملال
اور ذرا تند ہوا چلنے لگی تو فی الحال
چلتی پڑتی ہے پھر اس وقت تو اس طور کی چال
جیسے کیفی کوئی چلتا ہے بہت پی کے نشا

پانی پیتے ہیں تو بلغم وہ ہوا جاتا ہے
اور دہی چکھیں تو چھینکوں کا مینہ چھا جاتا ہے
پیویں شربت تو ہوا زدگیاں وہ لاتا ہے
اور جو کم کھائیں تو پھر ضعف سے غش آتا ہے
پیٹ بھر کھائیں تو پھر چاہیے چورن کو ٹکا

ضعف کے دام میں اب تو کچھ اس طرح اسیر | بس اب طاقت تحریر نہ تاب تقریر
طبع افسردہ دل آزردہ بدن سخت حقیر | جو جو کمزوریاں کرتی ہے وہ کیا کہئے نظیر
ایسے بے بس ہیں کہ کچھ دم نہیں مارا جاتا

نظیر

۹۱ — بوڑھے بوالہوس کا مضحکہ

منہ دیکھتے ہی کہتے ہیں سب آؤ بڑے جی
کیا آئے ہو یاں کرنے کو پیری و مریدی
کیا آئے ہو حضرت ہمیں قرآن پڑھانے
ہنس ہنس کوئی پوچھے ہے نمازوں کے دوگانے
ٹھٹھے سے کوئی چھینکے ہی تسبیح کے دانے

کھینچے ہی کوئی ہاتھ کوئی پکڑے ہے لکڑی
پیٹے کہیں اور مونچھیں کہیں جاتی ہیں پکڑی
داڑھی کو پکڑ کھینچ کوئی جھاڑے ہے مکڑی

جلد؟

نقلیں کوئی ان پوپلے ہونٹوں کی بناوے
چل کر کوئی کبڑے کی طرح قد کو جھکاوے
ڈاڑھی کے کئے انگلی کو لا لا کے نچاوے
یہ خواری تو اللہ کسی کو نہ دکھاوے

نظیر

۹۲ ۔ اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ہیں مرد اب وہی کہ جنہوں کا ہی فن درست
حرمت انہوں کے واسطے جن کا چلن درست
رہتا نہیں کسی کا سدا مال دھن درست
دولت رہی کسی کی نہ باغ و چمن درست
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

دنیا میں اب انہوں کو تئیں کہئے بادشاہ
جن کے بدن درست ہیں دن رات سال ماہ
جس پاس تندرستی و حرمت کی ہو سپاہ
ایسی پھر اور کونسی دولت ہے واہ واہ
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جلد
جو گھر میں اپنے میری حشمت پناہی ہے — بن تندرستی سب وہ خرابی تباہی ہے
یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے — سچ پوچھئے تو عین یہ فضلِ الٰہی ہے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

گر دولتوں سے اسکا بھرا ہے تمام گھر — بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے سب وہ زر
ہو تندرست گرچہ یہ مفلس ہے سربسر — پھرے نہ کسی کا خوف نہ ہرگز کسی کا ڈر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

عاجز ہو یا حقیر ہو پر تندرست ہو — بے زر ہو یا امیر ہو پر تندرست ہو
قیدی ہو یا اسیر ہو پر تندرست ہو — مفلس ہو یا فقیر ہو پر تندرست ہو

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

اس میں تمام ختم ہیں عالم کی خوبیاں — ہو تندرستی اور ملے حرمت سے آب و ناں
قسمت سے جب یہ دونوں میسر ہوں پھر تو ہاں — پھر ایسی اور کونسی نعمت ہے میری جاں

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست

جلد۴

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

پرواہ نہیں اگر چہ لکھا یا پڑھا نہ ہو محتاج حق سوا یہ کسی اور کا نہ ہو

حسن و جمال علم و ہنر گو ملا نہ ہو اک تندرستی چاہئے کچھ ہووے یا نہ ہو

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

بیمار گرچہ لاکھ طرح سے ہو بادشاہ تو اس کو جانئے کہ گدا سے بھی ہے تباہ

ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ اب جس کا تن درست ہو حرمت سے ہو نباہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ہوں گرچہ لاکھ دولتیں بیمار کے گنے اور نعمتوں کے ڈھیر لگے ہوں بنے ٹھنے

بہتر ہیں مفلسی کے میاں چابتے چنے جو تندرست ہیں وہی دولہا ہیں اور بنے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جب تندرستیوں کی رہیں دل میں بستیاں پھر سو طرح کے عیش ہیں اور مے پرستیاں
کھانے کو نعمتیں ہوں کہ ہوں فاقہ مستیاں سب عیش اور مزے ہیں جو ہوں تندرستیاں
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

آیا جو دل میں سیر چمن کو چلے گئے بازار چوک سیر تماشہ میں خوش ہوئے
بیٹھے اٹھے خوشی سے ہر اک جا چلے پھرے جاگے مزے میں رات کو یا خوش ہو سوئے
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل جب تک یہ کل بنی ہے جبھی تک پڑے ہے کل
گر ہو خدانخواستہ ایک کل بھی چل بہ چل پھر نے خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا پھل
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ادنیٰ ہو یا غریب تو انگر ہو یا فقیر یا بادشاہ شہر کا یا ملک کا وزیر
ہے سب کو تندرستی و حرمت ہی دلپذیر جو تو نے اب کہا سو یہی سچ ہے اے نظیر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جلد۲

نظیر

۳۹ حقیقت و انجام

گر شاہ سر پہ رکھکر افسر ہوا تو پھر کیا اور بحر سلطنت کا گوہر ہوا تو پھر کیا
ماہی علم مراتب چتر زر ہوا تو پھر کیا نوبت نشاں نقارا در پر ہوا تو پھر کیا
سب ملک کل جہاں کا سرور ہوا تو پھر کیا

یا رکھ کے فوج و لشکر کی سلطنت پناہی پھیری دہائی اپنی لے ماہ تا بہ ماہی
جب آن کر فنا کی سر پر پڑی تباہی پھر سر رہا نہ لشکر نے تاج بادشاہی
دارا و جم سکندر اکبر ہوا تو پھر کیا

یا ذات میں کہائے نامی اصیل ذاتی جمشید فر کے پوتے نوشیرواں کے ناتی
تھے آپ مثل دولہا اور فوج تھی براتی جب چل بسے تو کوئی ہمرہ نہ تھا نہ ساتی
ملک و منال خزانہ لشکر ہوا تو پھر کیا

یا راج بنسی ہو کر دنیا میں راج پایا چتور گڈھ ستارا کالنجر آمب یا

جب توپ سے اجل کی آمورچہ لگایا سب اڑ گئے ہوا پر کوئی نہ کام آیا
گڑھ کوٹ توپ گولہ سنگر ہوا تو پھر کیا جلد؟

کتنے دنوں یہ غل تھا نواب ہیں یہ خاں ہیں یہ ابن تیغ زاری یہ عالی خانداں ہیں
جاگیر و مال و منصب سب آج ان کے ہاں ہیں دیکھا تو اک گھڑی میں نہ نام نہ نشاں ہیں
دو دن کا شور چرچا گھر گھر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی دیکھو یہ ہیں امیر خاں جی اور یہ ہیں خانخاناں اور یہ مشیر خاں جی
پنجہ اٹھا قضا کا جب آئے شیر خاں جی پھر کس کے میر خاں جی کس کے وزیر خاں جی
عمدہ غنی تو انگر بازر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی گھوڑا ہے نامدار خاں کا یہ پالکی یہ ہاتھی ہے ذوالفقار خاں کا
آیا قدم اجل کے جب تیس مار خاں کا خبر بھی کہیں نہ دیکھا پھر شہسوار خاں کا
جہان میگ ڈنبر در پر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی یہ ڈیوڑھی ہے خان مہرباں کی یہ باغ یہ حویلی ہے مخلدار خاں کی
جب راج نے قضا کی کرنی بسولی ٹانگی اک اینٹ بھی نہ پائی ہرگز کسی مکاں کی
رنگیں محل سنہرا گھر در رہا تو پھر کیا

کتنوں نے بادشاہی کیا کیا خطاب پایا نہریں بڑی کھدائیں سکہ بڑا بنایا

جب آن کر فنا نے نام و نشان مٹایا وہ نام اور وہ سکہ ڈھونڈھا کہیں نہ پایا

جلد ۲

دو دن کا گھر چھایا در پر ہوا تو پھر کیا

جاگیر میں کسی نے زر ریز ملک پایا کر بند و بست اپنا نظم و نسق بٹھایا

لیکن سند اجل کا جب فوجدار آیا اک دن میں حکم حاصل سب ہو گیا پرایا

ہانسی حصار ٹھٹھہ بھکر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی لشکر ہی طرہ باز خاں کا یہ خیمہ شامیانہ ہی شہنواز خاں کا

آیا کٹک اجل کے جب یکہ تاز خاں کا سر بھی کہیں نہ پایا پھر سرفراز خاں کا

سردار میر بخشی بڑھ کر ہوا تو پھر کیا

ہاتھی پہ چڑھ کے نکلے یا خاصہ گھوڑے اوپر یا نالکی سنبھالی یا پالکی کی جھالر

یا لے صراحی حقہ دوڑے جلیب اندر جب آ اجل پکاری صاحب رہا نہ نوکر

آقا ہوا تو پھر کیا نوکر ہوا تو پھر کیا

یا لے کے اک قلمداں اور رکھ قلم کو سر پر جوڑے حساب لاکھوں چہری لکھی سراسر

جب عمر کی کچہری جھانکی قضا نے آکر پھر آپ نے قلمداں کاغذ رہا نہ دفتر

منشی وکیل دیواں مرمر ہوا تو پھر کیا

یا لے قضا کی خدمت ہو بیٹھے آپ قاضی محضر قبالہ لکھے قضیئے چکائے شرعی

اعلام لے قضا کا جب آ فنا پکاری — پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی

جلد۴ کوڑہ کبیدہ ذرّہ در پر ہوا تو پھر کیا

کتوال بن کے بیٹھا یا صدر ہو مقرر — فاسق ڈرے ہزاروں اور چور کانپے تھر تھر

آیا قضا کا مردھا جس دم چھڑی اٹھا کر — کتوالی اور صدارت سب ہو گئی برابر

دو دن کا خوف و خطرہ در در رہا تو پھر کیا

بالے کے زر جہاں میں کرنے لگے تجارت — یا سیٹھ بن کے بیٹھے خاصی بنا عمارت

کھولیں قضا نے بہیاں جب کر کے اک شرارت — سب کوٹھی اور دوکانیں کر ڈالیں دم میں غارت

مال و مکاں جواہر اور زر رہا تو پھر کیا

یا ہو سپاہی بانکا ترچھا بڑا کہایا — بلدار باندھ چیرہ طرہ کو جگمگایا

کھیتوں میں جا کے کودا لاکھوں کے تیئں بھگایا — جب منہ اجل کا دیکھا پھر کچھ بھی بن نہ آیا

یکتا شجاع بہادر صفدر رہا تو پھر کیا

یا ہو حکیم حاذق کرنے لگے طبابت — مُردوں کے تیئں جلایا عیسٰی کی کی کرامت

کھوئے مرض ہزاروں دھوئی ہر اک کی زحمت — جب سر پہ آئی اپنے پھر کچھ چلی نہ حکمت

لقمان یا فلاطوں آ کر ہوا تو پھر کیا

یا ہو نجومی کامل تاروں کو چھان ڈالا — سورج گہن بتایا چندر گہن نکالا

برج و ستارے باندھے احکام کو سنبھالا　　جب وقت اپنا آیا اُس وقت کو نہ ٹالا
جلد ۴

جوتش نجوم پنڈت پڑھ کر ہوا تو پھر کیا

یا پڑھ کے وید گیتا میں اور کر کے علم حاصل　　یا بھوت جن اُتارے مشہور ہو کے عامل
جب دیو کا اجل کے سامنا ہوا مقابل　　کارگر رہا نہ سیانا عالم رہا نہ فاضل

تعویذ فال جادو منتر ہوا تو پھر کیا

ماتھے پہ کھینچ ٹیکا یا ہاتھ لے کے مالا　　پوتھی بغل میں دابی زنّار کو سنبھالا
پوجا کتھا بکھانی کیا کیا سبد نکالا　　کچھ بن سکا نہ آیا جب جان لینے والا

وید و پُران پڑھ کر مصر ہوا تو پھر کیا

یا زہد و بندگی میں سوکھا ہو کوئی عابد　　بیٹھا مصلّوں اوپر جو سجدوں میں ساجد
حاضر ہوا قضا کا جب آن کر مجاہد　　پھر بوریا نہ بندھنا عابد رہا نہ زاہد

روزہ نماز چلّہ اکثر ہوا تو پھر کیا

حُسن و جمال پا کر یا خوبرو کہایا　　یا عشق میں کسی نے جی جان کو گھٹایا
آ کر پڑا سروں پر جس دم اجل کا سایا　　دونوں میں پھر کسی کو ڈھونڈھا کہیں نہ پایا

عاشق ہوا تو پھر کیا دلبر ہوا تو پھر کیا

یا نیک بن کے بیٹھے اچھے لگے کہانے　　یا ہو کے بد ہر اک کے دل کو لگے ستانے

آ کر بجے اجل کے جب سر پہ شادیانے | تھے نیک و بد جہاں تک سب لگ گئے ٹھکانے

جلد

بہتر ہوا تو پھر کیا بد تر ہوا تو پھر کیا

کیا ہندو اور مسلماں کیا رند و گبر و کافر | نقاش کیا مصور کیا خوشنویس شاعر

جتنے نظیر ہیں یاں اک دم کے ہیں مسافر | رہنا نہیں کسی کو چلنا ہے سب کو آخر

دو چار دن کی خاطر یاں گھر ہوا تو پھر کیا

نظیر

۹۴۔ بہرام پہلوان

خود سر کا سر ہے آٹھ پہر مسکنِ غرور | نارِ حسد سے سینہ دہکتا ہوا تنور

کجرو کے ذہن میں ہے کجی عقل میں فتور | پہلو میں دل ہے خانۂ بغض و عناد و زور

نخوت میں ہر کلام بھی بھیجا لعین کا ہے

سینے میں سنگ لاخ کلیجا لعین کا ہے

جو کچھ ہیں فن سپاہگری کے وہ سب ہیں یاد | لاکھوں کو نیزہ بازی میں ہے اس سے اعتقاد

تیر افگنی میں ثانیِ ارجن ہے بد نہاد | حاصل کمال تیغ زنی حد سے ہے زیاد

ہمراہ گرز بھی ہے۔ سناں بھی تبر بھی ہے

جلد۱۲

رومی کماں بھی تیغ دودم بھی سپر بھی ہے

اس درجہ ہے جسیم سیہ مست سخت جاں
ہے فیل جس کے سامنے اک مورِ ناتواں

سر پہ ہے خود سنگ وہ بھاری کہ الاماں
فولاد کی زِرہ میں تنِ نحس ہے عیاں

پنہاں جھلم میں چہرۂ بدعت پسند ہے

پھنس جائے جس میں دیو وہ محکم کمند ہے

انس

۹۵۔ پیٹ کا بندہ

ہے عجیب و غریب زیر سما
ایک یاں صورت آشنا اپنا

آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل
پیٹ اس کا ہے عمرو کی زنبیل

گھر میں اب جس کے دیگچہ کھڑکے
در پہ اس کے یہ بیٹھے یوں اڑ کے

گور سے پھر جو رستم آٹھ کر آئے
میت اس کی اٹھائے یا نہ اٹھائے

خوردنی کی ہو جس زمیں پر باس
جمع واں کر کے اپنے ہوش و حواس

بیٹھ مکھی کی طرح پے در پے
دونوں ہاتھوں سے سر کو پیٹی ہے

جلد ۲

ہر کسی بنیے کی دوکان پر جا — اپنی باتوں میں اس کو لے ہی لگا
کام ہر وجہ اپنا کر لیوے — کلّے بندر کی طرح بھر لیوے
نان بائی محلہ یوں فریاد — کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
چاٹے ہے چوری سے رفیدی کو — مار ڈالوں گا اس ندیدی کو
جو اسے میہماں بلا دے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
مارے لقمے تو اس طرح بذات — جیسے جھاڑے کوئی پٹا کے ہاتھ
ایک تھا اس کا آشنا دل سوز — وارد اس کے یہ گھر ہوا اک روز
ظاہرا اس کے گھر تھی کچھ شادی — سر مجلس بلا سے جا دی
نہ تھی اس کو کسی سے بات اور چیت — بھوک سے اس کے لگ رہی تھی پیٹ
گاہ چوکے تھا گاہ اونگھے تھا — گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا
جاوے بازار کو اگر وہ لئیم — خلق سمجھے کہ پہونچی فوجِ غنیم
بھوک میں جب ادھر یہ آتا ہے — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

چار کے کاندھے جب یہ جاوےگا
توشے کی روٹی کو بھی کھاوےگا — سودا

بلا

۹۶ - بسیار خور

جو اسے میہماں بلاوے ہی — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوی ہی

بولتا آوے ہی قدم بقدم — کہو کھانے کو جلد دیویں ہم

نہ سلام علیک نہ کچھ بات — صاحب خانہ سے کرے بذات

بیٹھتے ہی نکالے ہی یہ ذکر — پیٹ کی میرے تم کو ہی کچھ فکر

بھوک کچھ ان دنوں ہی کم میری — روٹیاں سو پچاس ادہ سیری

نان باکو کہو یہ بلوا کر — جلد ان کو تنور لگوا کر

جب تلک کھانے پک چکیں سارے — ان ہی کو لاکے میری سرہانے

جتنے دنیا کے بیچ ہیں اشکال — اشتہا ان میں تھا منا ہی محال

جب تلک کھانا آوے ہی آوے — اسی بک بک میں جان کھا جاوے

کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے

مارے لقمے تو اس طرح بذات — جیسے جھاڑے کوئی پڈ کے ہات

وہ جو نوکر کھڑے ہوں جس تس کے — منہ کو حیراں ہو تکتے ہیں اس کے

دیگچے جب یہ چاٹ کر چھوڑے
منہ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

سودا

۹۷۔ حافظ اکول

ہنڈل؟

اک حافظ ہم سے آشنا ہے — کھانے کا وہ جی سے مبتلا ہے
ہر لحظہ ہے اس کو پیٹ کا فکر — کچھ کھائے ہے یا ہے کھانے کا ذکر
موقوف طعام پر مدارات — کچھ اس کی نہیں ہو گھاس یا پات
جو آگے تم اس کے دھر دو کھا جائے — بکری کی طرح سے منہ چلا جائے
حتّیٰ کہ جو وقت کھانے کے آئے — کھانا نہ ملے تو بات ہی کھائے
از بسکہ یہ پیٹ کا ہے بندا — کھانے ہی کا نت اسے ہے دھندا
ممکن نہیں جوں حباب چین آئے — گو پھول کے پیٹ دم نکل جائے
فاقوں سے زبس یہ ہے مضطر — موت اپنی وہ مانگتا ہے اکثر
پر شہر دعا کرے ہے یہ خدا سے — مر جئیے بھی تو درد امتلا سے
حسرت سے غرض کہ بھر کے وہ آہ — پڑھتا ہے یہ شعر گاہ و بے گاہ
خوش زیست بسر وہ کر گئے ہیں — ہیضہ سے جو لوگ مر گئے ہیں
دیکھے ہے اگر کہیں بھری مشک — کھاتا ہے یہ بکریوں پہ واں رشک
کہتا ہے خوشا نصیب ان کے — مر کر بھی بھرے ہیں پیٹ جن کے

جلد۲

کاش اپنے گلے پہ بھی چھری ہو — پر کیوں ہی شکم کی تو پری ہو
جاتا ہی جو نان پز کے یہ گھر — وہاں بیٹھے ہی جوں تنور گڑ کر
کھاتا ہی اگرچہ واں یہ بذات — آٹے کی طرح سے کی اور لات
پر چھوڑے ہی روٹی کی یہ کب دھن — گو نکلے ہی مار سے پلیتھن
ہو آتش معدہ دونی برپائے — جوں آگ یہ جتنی لکڑئیں کھائے
ہوتا ہی کبھو جو کچھ میسر — یوں ہوئے ہی اس کو کھاتے مضطر
چاہی ہے کہ وہ وں ہی سب نگل جائے — گو دست وہ دہان کچھ ہی جل جائے
قد سے بھی غرض کہ کچھ دو بالا — جوں چیونٹی اٹھائے ہی نوالا
دیکھ اس کا سلوک ہانڈی کی ساتھ — نت زیر زنخ ہے ڈوئی کا ہاتھ

جو علم کیا تھا اُن نے تحصیل
سو بھوک میں ہو گیا وہ تحلیل

قائمؔ

۹۸ ہجو اکول

ایک پر خور آشنا ہی پیر — سینہ سوراخ جس سے ہی کفگیر
صد منی دیگ ہی شکم اس کا — نفَسِ اژدہا ہے دم اس کا

آنت شیطان کی ہے اس کی آنت — دانت اس کا ہے ہاتھی کا سا دانت

جلد۲ گال کلیجے سے پھر توے سے سیاہ — کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ

توند کالی جو کھول جاوے لیٹ — آہنی ہے تنور اس کا پیٹ

راہ مطبخ میں پاوے ہے جو کبھی — چاٹ جاتا ہے دیگچوں تک بھی

کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے — چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے

کیا وہ دو پیازہ کھا کے ہو تازہ — اِک نوالا ہے ملّا دو پیازہ

خام طمعی سے اک کرے ہے آہ — دیکھکر شب کو نانِ ہالۂ ماہ

کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے — لاٹھی پاٹھی بھی کھائے جاتا ہے

بھوک کا باولا جو آتا ہے — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

بھوک سے جب کہ غصّہ میں آوے — بزکوہی کی طرح جھنجلاوے

ہڈیوں کو نہ کہہ کہ کھا جاوے — چنے لوہے کے بھی چباوے

وہ قضارا مرا ہوا میہمان — کھا گئی اس کی میزبانی جان

گھر میں جو کچھ تھا پچ منگوایا — کھانا اس کے لئے بھی پکوایا

کتنا کھانا بیاں کروں تجھ سے — جس پہ سو میہماں کروں تجھ سے

مجھ سے تھی روزگار سے ان بن — خوب کھانا تو مجھ پہ ہے روشن

چار من گاجروں کا قلیہ تھا   وہ منی دیگ بیچ دلیا تھا
روٹیاں کس قدر بتاؤں میں   جس کو دو چار سال کھاؤں میں   جلدی
تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ کی جیٹ   میں رہا تکتا کھا گیا وہ سمیٹ
کھانا کوئی اور کیا کہے اس کا   سارے منہ دیکھتے رہے اس کا
عقل باور اگرچہ کرتی نہیں   وہ مرے بھوکھ اس کی مرتی نہیں

جب مرے گا وہ بھوک کا رو گی
روح توشے کی روٹی میں ہو گی

میر

۹۹ ہجوِ طبیب

کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر   سو ہی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب   گرد ہوئے اس کے یہ بیمار سب
چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض   کہنے لگا تجھ کو بشدت ہے قبض
کچھ نہیں کرنے کا بجز اس کے سود   لکھ دیا یہ کہہ کے سفوفِ یہود
اور غذا اس کو یہ بتلائی دوست   ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

علاج

صاحب پیچش کو بتایا کٹول — واسطے ہیضہ کے لکھا اسپغول
لکھ دیا مجنون کو شیرِ شتر — کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
پوچھا جو اس نے کہ غذا کیا کہی — ساتھ گلتھی کے کہا کھا دہی
بیٹھ کے پھر پاس وہ ایک ڈولی کے — نبض کہا دیکھوں میں لا ہاتھ دے
دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز — خادمہ سے اس کی کہا اے کنیز
دردِ کمر اس کو ہے یا دردِ سر — پر مجھے نقرس کا ہی ڈر ہے بیشتر
کر کے پھر آخر کو مقرر صرع — کہنے لگا دو اسے ماء القرع
اور جو کھانے کی لگی اس کو لو — کچھ نہ اسے دیجیو جز آشِ جو
کہنے لگی سن کے یہ کیا قہر ہے — واسطے اس کے یہ دوا زہر ہے
لقوہ و فالج اسے ہے پیر زال — کرتے ہو کیوں قتل کا اس کے خیال

لقوہ و فالج جسے ہو یا صرع
دیجئے اس کے تئیں ماء القرع

سودا

*

جلد۴

۱۰۰۔ کنجوس مکھی چوس

ہی خدا کا یہ ایک شمۂ نور — جس سے روشن ہی آسماں کا تنور
کرتے اس کو لگے نہ ذرّہ دیر — مہر و مہ کو بشکل نان و پنیر
کیا اس نے بعرصۂ اک آن — نقل اختر سے پر سپہر کا خواں
وہ کروروں نعم کو لذت دے — ذائقہ میں زبان انساں کے
کس زباں سے ہو اس کا شکر ادا — نعمتیں کیا کیا ان نے کیں پیدا
میوے ہیں باغ میں زمانے کے — واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اس کے کچھ نہیں ہی کمی
لیک وہ کیا کرے جو ہم ہوں دنی

سنیو یارو کروں ہوں میں اک نقل — جس کو باور کرے نہ ہرگز عقل
اتفاقاً اک آشنا میرے — گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے
جو ہیں وارد ہوئے یہ واں ناگاہ — اٹھا چاروں طرف سے ابر سیاہ
ان کے ہوتے جو ابر گھر آیا — صاحبِ خانہ سخت گھبرایا
نہ خبر پوچھی ان کی نے احوال — بیٹھتے ہی کیا یہ ان سے سوال

جلد ۴

کچھ ہوا پر بھی ہے تمہاری نگاہ ۔۔۔ گھونگری پٹو کچھ بھی ہے ہمراہ

بولے یہ مینھ نہ تھا مجھے معلوم ۔۔۔ ورنہ لاتا میں ساتھ اے مخدوم

جب نہ سمجھا وہ اتنے رمز کتیں ۔۔۔ سوجھی یہ بات اس کے تیں وہیں

جوں لگی ہونے قطرہ افشانی ۔۔۔ لا رکھی اس کے آگے بارانی

پھر لگا کہنے یہ بھی اپنا نصیب ۔۔۔ آئے مدت کے بعد اپنا حبیب

اور مینھ آسمان برسائے ۔۔۔ بھیگتا اپنے گھر کو وہ جائے

یہ تو سادے غریب کیا جانے ۔۔۔ اس مزوّر کو کیونکہ پہچانے

بولا یہ سادگی سے کیا ہے ضرور ۔۔۔ بھیگتا جاؤں گا میں اتنی دور

رکھے خالق سلامت آپ کی ذات ۔۔۔ نہ کھلے گا تو میں رہوں گا رات

یہ سخن جوں ہی پہنچا اس کے کان ۔۔۔ لگی اس کی وہیں نکلنے جان

سنتے ہی اس کے وہ ہوا مضطر ۔۔۔ اپنے بھیگانے کی رہی نہ خبر

جس کے منہ کی طرف کرے تھا نگاہ ۔۔۔ یہی کہتا تھا اس سے بھر کر آہ

کیوں میاں ابر اس قدر چھایا ۔۔۔ حرف رہنے کا درمیاں آیا

مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال ۔۔۔ بادلوں سے جو اس کا تھا احوال

کبھو کہتا تھا یارو تیل جلاؤ ۔۔۔ کبھی کہتا تھا شیخ ڈونڈ بناؤ

جلد۲

گاہ بولے تھا دیکھیو اوپر — آوے ہے آسماں کہیں سے نظر
گاہ بولے تھا مہر ہو جو پدید — کیسی ہو جاوے اپنے گھر میں عید
ناگہاں بولا ایک یوں فی الفور — کچھ نظر آئے ہے جو کیجئے غور
کہا اس نے یہ سچ ہے میری جان — اے میں تیری زبان کے قرباں
لیک پرنالے جب لگے بہنے — تب تو جھنجلا کے یوں لگا کہنے
کیا برستا ہے یوں برس کم بخت — کوہ سے ڈوب جائیں لگ کے درخت
نہ رہی غرب نے رہی اب شرق — چاہئے ہو تمام عالم غرق
لے کے ماہی سے ورتا مہتاب — کاش ہو جائے ایک قطرۂ آب
غرض اپنی سی وہ تو کر گزرا — ہو گئی رات اور مینھ نہ کھلا
آخر الامر کرکے دل کو کرخت — لگا کہنے کہ سنگ آمد و سخت
کر چکا اپنے جب اصول و فروع — کیا یہاں سے اختلاط شروع
پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر سخن — واں بغیر از حدیث زر غبا
وقت آیا جب اس کے کھانے کا — مرتکب ہو کے اس بہانے کا
لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر — بولا اس وقت ڈیوڑھی کا ناظر
کہا اس سے کہ بھر کے اقتابہ — محل کے جا ضرور میں رکھوا

جلد ۲

غرض اُٹھ کے چلا یہ جب واں سے — کہ گیا کان میں یہ مہماں سے
چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو — کہہ دو بلوا کے تم بکاول کو
انھوں نے اس کے موجبِ ارشاد — کی بکاول کے تئیں وہیں فریاد
آیا بعد از سماعتِ بسیار — اُنھوں نے پوچھا کچھ ہے اب تیار
بولا تیار تو نہیں ہے کچھ — جاؤں ڈھونڈھوں اگر کہیں ہے کچھ
تو تو لاؤں ہوں آپ کی خاطر — ورنہ کھاؤ مجھے میں ہوں حاضر
بولے یہ کچھ اگر نہیں تیار — دیکھو ہووے گا مودی سرکار
اُس سے تم جا کے جنس منگواؤ — واسطے میرے کچھ تو پکواؤ
لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے — آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے
جب کہ اس کا حساب ہوتا ہے — جان کو وہ بروں کی روتا ہے
اور قصّاب بھی جو آوے ہے — چھری بغدا مجھے بتاوے ہے
کیا کہوں تجھ سے میں غرض اے یار — دی کی خدمت کیا ہے مجھ کو خوار
بس کہ مطبخ میں سردی رہتی ہے — ناک باورچیوں کی بہتی ہے
اُن کے مطبخ سے دود اُٹھے اگر — سقّے لے دوڑتے ہیں مشکیں بھر
الغرض مطبخ اس گھرانے کا — اشک ہے آب دار خانے کا

جلد۴

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور
ان کی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور

سودا

۱۰۱ - کنجوس منحوس

ایک فرزند یہ رکھے تھا او لاغ
سارے گھر کا تھا اس کی چشم و چراغ
اس نے اِک روز یہ حماقت کی
آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جس میں ہو رنگ رس
اک رکابی طعام و دیگر بس
تس پہ یوں پیش آیا یہ مردود
یاد آیا اسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے یہ اس کو عاق
اور ماں کو بھی اس کی دیوے طلاق
بارے لوگوں نے آکے سمجھایا
تب یہ جورو کے حق میں فرمایا
پھر اس کے عوض یہ کیوں نہ جنی
کاش پھنس مرتا واں یہ ناشدنی
یارو مجھ سے تو لاولد بہتر
میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اس کا دادا بھی گرچہ تھا عیاش
اس سلیقہ سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اس کے گھر میں نوکر تھا
رات کو اس پہ یہ مقرر تھا

پھرتا دو ٹکڑے مانگتا گھر گھر — لاتا آقا کے آگے جھولی بھر

جلد؟

اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے — بُرے تنخواہ میں لگاتے تھے

پیدا جو کر گئے تھے یوں اجداد — سو یہ بدبخت دے ہی یوں برباد

جانتا تھا میں آپ ہی کو فضول — پر یہ مجھسے بھی نکلا نامعقول

گڑے پیسے یہ سب اڑا دے گا — اینٹیں تک بیچ بیچ کھاوے گا

اس کی دادی کے باپ کا اِک روز — آشنا تھا سو وہ نپٹ دل سوز

لایا کھچڑی پکا شراکت سے — دونوں کھانے لگے رفاقت سے

اس نے اک دو لئے نوالے بڑے — جدِّ مرحوم وہیں ہو کے کھڑے

لگے کہنے نہیں شراکت نیک — میرے سو لقمے اور تیرا ایک

تھی بزرگوں کی اپنے تو یہ چال
کرتی ہیں یاں ضیافتیں پامال

سودا

۱۰۲ ۔ جھوٹا امیر

آہ کیا ہو گئے وہ لیل و نہار — کہ کہہ و مہ کو جھوٹ سے تھا عار

یا اب اک وقت یہ انوکھا ہے — جو ہی اس وقت میں سو جھوٹا ہے

سیّا اس گروہ کا سردار — جن کی مانحن فیہ ہی تکرار
جھوٹ سے بس کہ ہی مزا پاتا — جھوٹے باسن نہیں یہ دھلواتا — جلدہ
ہی یہ وہ جھوٹ بولنے والا — جھوٹوں کا سب جہاں کے ہی سالا
اک مصاحب سے اس کے دوشینہ — پوچھا میں کاسے محبّ دیرینہ
کچھ میں سمجھا نہ اس سخن کو ہنوز — جھوٹ کیوں بولتا ہی یہ شب و روز
مجھ سے ان نے کئی ہیں جو اقرار — سینکڑوں ہی ہیں کیجئے جو شمار
لیک ہی یہ زبان کا کچّا — ایک دیکھا نہ اس سے میں سچّا
بولا کہتا ہے بات تو کس کی — بولنا جھوٹ ارث ہے اس کی
باپ اس کا جو تھا بڑا نواب — تھا وہ نسلِ مسیلم کذّاب
کل ہی زیور جو اس کا ٹوٹا تھا — خوب دیکھا تو سب وہ جھوٹا تھا
روپے کے جو عصا رکھے ہیں غلام — خول کا ان پہ سب ہے جھوٹا کام
کفش زر دوزی پھرے ہی یہ اگر — ہی وہ جھوٹا کلابتوں یکسر

ایسے جھوٹے کی باتوں پر تو نہ جا
ہو جو رخصت ہی یہاں سے تو ہی بجا

قائم

جلد ۲

۱۰۳- کوتوال بدخصال

شہر میں کیا رہے تھا امن و امان
کیسی کرتی تھی خلق خوش گزران

تھا نہ رشوت سے کوتوال کو کام
شہر میں تھا نہ چوٹٹے کا نام

اب جہاں دیکھو واں جھمکا ہے
چور ہے ٹھگ ہے اور اچکا ہے

دمڑی کے سودے کو جو واں جاوے
پگڑی کو سر کو پیٹتا آوے

کس طرح شہر کا نہ ہو یہ حال
شیدی فولاد اب جو ہے کوتوال

ان سے رشوت لیئے یہ بیٹھا ہے
اس کے دل میں یہ چور بیٹھا ہے

کتنے نوکر ہیں اس کے خدمت گار
فن دوزدی میں سب ہیں بانی کار

شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب

بزم میں شب ہر ایک پیر و جواں
بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں

شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گٹھری لے چلا ہے چور

رات جو اپنے گھر میں کھنکا رے
چور دروازہ پہ بہ ہنکا رے

ہوگی کب تک بچا خبرداری
چور جاتے رہے کہ اندھیاری

خلق جب دیکھ کر کے یہ بیداد
کرتی ہے کوتوال سے فریاد

بولے ہی وہ کہ میں بھی ہوں ناچار گرم ہے جوتوں کا اب بازار
کرتے ہیں مجھ سے اب بجا کر ڈھول
میری پگڑی کا میرے سر پر مول

سودا

۱۰۴۔ چور گردی

شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب روزِ محشر کی دھوم ہی ہر شب
آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہی چوروں کے ڈر سے فتنہ جاگے ہی
کتے آہٹ سے ان کی بھونکیں ہیں مُردے خوابِ عدم سے چونکتے ہیں
آسماں پر بھی منعدم ہی خواب کھلا رہتا ہی دیدۂ مہتاب
بزم میں شب ہر ایک پیر و جواں بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں
شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گھڑی لیجیو لا ہے چور

سودا

علامہ

۱۰۵۔ حجام نافرجام

اب جو حجام اپنے ساتھ ہی یہاں — سو یہ بھڑوا پلشت گندہ دہاں
سر تراشی کو جس کسی کی یہ آئے — اُسترا سر پہ اس طرح سے چلائے
درد کے مارے ہووے یہ احوال — پکّے پھوڑے سے جیسے نوچئے بال
غرض اک دن تھی میری کمبختی — جائے کیدھر نصیب کی سختی
ساتھیوں سے کہا میں اپنے تمام — لائیں اصلاح کو مرے حجام
جو ہیں کوئی اسے بلا لایا — لوگ بولے کہ ہاے وہ آیا
جب گلوبند ان نے باندھ دیا — پھر تو گویا گلے میں پھاند دیا
رو کے دم بولتا تھا ہچر ہوں — جیسے دمڑی کے لڑکی چوں چوں
اک گلے پر تھا ایک سر پر ہاتھ — ہو کے مضطر کے تھا اس کے میں ساتھ
ہوئی استاد شرط ہم تم میں — بس کر اس بار اگلے اب جمیں
گو مرے یا جئے کوئی کچھ ہو — کام سے اپنے کام تھا اس کو
آڑے ہاتھوں جوان ذی سر کو لیا — سر نوشتِ ازل کو میٹ دیا
زخموں کی زیادتی جو تن پہ ہوئی — ہر جگہ پر چپکی ان نے روئی

بس کہ تن پر ہوا روئی کا وفور　　ہو لی کا تھا یہ روسیہ لنگور

قصد جانے کا جب لگا کرنے　　حقِ خدمت طلب لگا کرنے

میں نفر سے کہا جو ہی معتاد　　دے وہی چار پیسے کم نہ زیاد

بولا بس یہ بھی مسخری ہی ہوئی　　اس سے دونے کی تو لگی ہے روئی

خوب ایک شخص سے لیا نہ لیا　　مفت ہی ایک سر میں مونڈ دیا

میں جو دیکھا بگاڑ کا اسلوب　　جی میں سوچا کہ ہے مصالحہ خوب

جو توں راضی کیا میں اس کے تئیں

کہ ٹلے سر سے یہ بلا تو کہیں

قائم

۱۰۶۔ بنگ نوش

تھے اک بنگی لیکن نو آموز تھے　　کچھ افراط انھوں نے کی ہر روز سے

کہیں جس جگہ پر یہ بیٹھے تھے وہاں　　تحائف کا ہر صنف کے تھا بیاں

جو کھجلوں کا آیا بنارس کے ذکر　　لگے کہنے یہ کر کے دل بیچ فکر

کہ کھجلے یہ کس شکل سے کھائیے　　مگر کوے بنیے اور اڑ جائیے

چلے یاں سے اڑتے یہ اس لہر میں — گئے بارے کوّے ہو آس شہر میں
جلد اُتر کر انھوں نے زرو کیے ہوا — لیا وہاں جو ہیں منہ میں کھجلا اُٹھا
کی حلوائی نے ان پہ جیسے کہ چوٹ — یہ قیں دینے کر ہو گئے لوٹ پوٹ
زبس زار و مجروح پایا انہیں — احبّا نے مل کر اٹھایا انہیں
یہ گودی میں تھے دوستوں کی نڈھال — کرے تھا ہر اک ان سے تفتیش حال
یہ ثابت ہوا بعد چندیں درنگ — کہ آج آپ نے پی تھی تھوڑی سی بھنگ

جو رکھتا ہے کچھ بھی تو عقل و حواس
تو مت ہو گدھا کھا کے ہر ایک گھاس

قائم

۱۰۷- افیونیوں کا رجز

ہم لوگ ہیں افیونی جب رنگ جما دینگے — جرمن ترے نشّے کو مٹی میں ملا دینگے
برلن ہی میں دم لینگے و اللہ جو چڑھ دوڑے — افیون کے مشکی کی جب باگ اُٹھا دینگے
تو ہم سے بہادر؟ یا ہم تجھ سے بہادر ہیں؟ — پینک سے ذرا چونکیں پھر تجھکو بتا دینگے
مسکم اسے سمجھے گا لشکر ترا اے جرمن — ہم ڈیڑھ حمے حقّے کی گڑگڑ جو سنا دینگے

بچھوے کو بھرا ہم نے جس وقت مدریہ میں
تو کھانستا بھاگے گا وہ گیس اڑا دینگے

ہے گولیاں کھانے کی دن رات ہمیں عادت
افیوں کی تو ڈبیا دیکھے تو دکھا دینگے جلد۴

سرکار کے دشمن کو ہم کوس کے کھالینگے
اور اپنے تصوّر سے نام اس کا مٹا دینگے

رستم سے سوا طاقت ہو جائیگی ہم سب میں
جب چائے میں بالائی تھوڑی سی ملا دینگے

لے لے کے پھری گدکا جب پیتری بدلینگے
برلن کے اکھاڑے میں اک دھوم مچا دینگے

ہم لے کے بنٹھی کو بن جائینگے گھن چکر
بھناٹا وہ باندھینگے سر تیرا پھرا دینگے

لٹھ لے کے جہاں پہونچے سر توڑ دیا فوراً
جرمن تری توپوں میں ہم بانس چلا دینگے

زپلن جو اڑاتا ہی جرمن ہمیں کیا پروا
کنکوے میں چمٹا کر میدان میں گرا دینگے

اتنے تجھے ہم ڈھیلے مارینگے ابی جرمن
خاکی تری وردی کو مٹی میں ملا دینگے

لیسنس سے مستثنے اچاقو تو ہے قبضہ میں
اوچھے ہی سہی لیکن دو ہاتھ جما دینگے

رئفل کی تو صورت بھی ہم نے نہیں دیکھی ہے
گاجر کے پڑاقوں سے ہم تجھ کو بٹھا دینگے

تو مارکھی ڈالے گا تو یاد رکھ اے جرمن
بھتنا تجھے بن بن کے راتوں کو ڈرا دینگے

لا اپنے کروزر کو دیکھیں تو وہ کیسا ہے
ہم گومتی میں ڈنگیا پر چڑھ کے بھگا دینگے

جرمن تجھے دعوی ہے تو چوک میں تو آجا
گت تیری بنا دینگے پھر تجھ کو نچا دینگے

بجھیم سے کہو تیرا جب ملک سلے تجھ کو
ہم از رہ ہمدردی کچھ اور بڑھا دینگے

وعدوں کو ہمارے تو سچ جان کے چپکا رہ جلد — ے تو سہی برلن بھی ہم تجھ کو دلا دینگے
ہم روس سے ناخوش تھے اب اس سے بہت خوش ہیں — ٹھیکے پہ جو آئے گا افیون پلا دینگے
شاباش ہو اے اٹلی لینا تو مرے شیر آ — جرمن سے لڑے جانا ہم لوگ دعا دینگے
ترکوں سے کوئی کہدے کیوں لڑتی ہو اے آغا — تم جان اگر دوگے جرمن تمہیں کیا دینگے
جن لوگوں کے کہنے سے تم جان گنواتے ہو — بھیا یہی سب مل کے اک روز دغا دینگے

واللہ ظریف ایسا لکھا یہ رجز تم نے
ہم سب کا ارادہ ہے چندہ سے صلا دینگے

ظریف

۱۰۸۔ قدیم طرز جنگ

خوف غالب تھا مگر شرم سے خونخوار بڑھا — ڈھال روکے ہوئے تولے ہوئے تلوار بڑھا
فن پھکیتی کا دکھاتا ہوا مکار بڑھا — ہٹ گیا موڑ گیا دو بار تو اک بار بڑھا
ڈر کبھی تھا کبھی جرأت تھی دل بدخو میں
سامنے تھا کبھی نامرد کبھی پہلو میں
تن کے بڑھتا تھا کبھی جھک کے دبکتا تھا کبھی — ہٹ کے پیچھے بغضب شیر کو تکتا تھا کبھی

نیمچہ دیکھ کے بڑھنے میں جھجکتا تھا کبھی سر کو شعلے کی طرح ڈھن کے لپکتا تھا کبھی

جلد

یہاں سے نعرہ تھا کہ افسوس نہ یہ بیکار دکھا
پھرتیاں دیکھ چکے وار بھی دو چار دکھا

وحید

۱۰۹- ازرق پہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ

صدا یہ دلبرِ شبّر نے دی کہ او بے دیں زمیں سے چاروں کے مُردے اٹھائیگا کہ نہیں
اب آ دلیر سے لڑنے کو او شقی و لعیں جہاں پسر ہیں ترے بھیجدیں تجھے بھی وہیں
یہ دیر تشنہ دہانوں پہ شاق ہے اب تو
دغا کا تجھ سے ہمیں اشتیاق ہے اب تو

چلے حسام زباں کے جو وار پھر دو چار خفیف اور ہوا دل میں ازرقِ غدار
چڑھا فرس پہ جفاجو سجے ہوئے ہتھیار چلا وہیں سے وہ سرکش علم کئے تلوار
مثال گرگ یمین و یسار تکتا تھا
نظر سے قہر تو آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا

سیاہ قلب فساد و عناد پر سرگرم حیا نہ آنکھ میں ذرہ نہ مطلقاً آزرم

شقی شریر جفا کیش سنگدل بے شرم وہ استخواں کہ ہی فولاد جس کے سامنے نرم
کسی کو روم میں اور شام میں نہ مانتا تھا
وہ اپنے زعم میں رستم کو زال جانتا تھا

وہ نحس و بد کہ ڈرے جس کا سایہ دیکھ کے بوم وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سوادِ شام ہو موم
گریز دیو بھی جس سے کرے وہ جثۂ شوم سیہ کلائی تھی یا پیل مست کی خرطوم
گڑھے زمیں پہ ہوں جس جا یہ پا دبا جائے
وہ قد کا بار کہ جس سے پہاڑ دب جائے

وہ عضو عضو کی سختی وہ فربہی تن کی نہ جس کے سامنے کچھ اصل تھی تہمتن کی
وہ چار آئینہ کڑیاں کڑی وہ جوشن کی وہ دوش نحس و نجس پر سپر کئی من کی
وہ تیغ جس کا نہ لنگر ہزار سے اٹھے
وہ نیزہ جو کہ نہ اسفندیار سے اٹھے

تنی ہوئی تھیں رگیں اس طرح سے گردن کی عیاں تھا یہ کہ سلاخیں کھڑی ہیں آہن کی
درہ تھا کوہ کا چوڑان صدرِ دشمن کی فرس نے جست جو کی ہل گئی زمیں رن کی
عقب میں اُس کے جو یل جمع تھے گرجنے لگے
اُدھر سپاہ میں طنبور و طبل بجنے لگے

مقابلہ کو بڑے طنطنے سے آ پہونچا
اکڑ کے سامنے غازی کے بے حیا پہونچا
اٹھائی تیغِ دودم دشمنِ خدا پہونچا
ملا کے آنکھ قریں یہ اسد بھی جا پہونچا
جلد۴

فلک پہ اُٹھ کے سُمِ اسپ سے غبار چلا
جدل سے پہلے حُسامِ نظر کا وار چلا

رجز کے بعد شقی مثلِ فیل چنگھاڑا
اٹھا کے سر کبھی ترچھا ہوا کبھی آڑا
زمیں سے نیزہ اکھاڑا کبھی کبھی گاڑا
غبار راہ کو پونچھا کبھی کبھی جھاڑا

کبھی بڑھا تو کبھی پاؤں تھرتھرانے لگا
فرس پہ جھوم کے نوشاہ مسکرانے لگا

ڈریں یہ جس میں تو بادل کی طرح پھر گرجا
کہا کہ زور کا میرے ہے غلغلہ ہر جا
پہاڑ کو جو ہٹاؤں رہے نہ وہ بر جا
مرا ہی ناموروں میں بڑھا ہوا درجا

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے
اسد کی اصل ہی کیا اژدروں کو مارا ہے

پکارا دلبرِ شبّر کو تو عبث گرجا
ہماری تیغ کی بجلی کا شور ہے ہر جا
رہیں گے ہوش نہ ڈر سے مرے ترے بر جا
یہ تیغ تیز کرے گی ترا بُرا درجا

کھلے ہوئے تری خاطر عدم کے رستے ہیں
جلد
زیادہ جو ہیں گرجتے وہ کم برستے ہیں

کہا شقی نے ڈریں جن جو میری تیغ چلے پکڑ لوں شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جسے میں غیظ سے دیکھوں نہ موت سر سے ٹلے جری وہ میں ہوں کہ کاٹی ہیں سیکڑوں کے گلے

دغا یہ مجھ سے کوئی ہیل زور تل نہ سکا
کسی سے اک مرے نیزے کا بند کھل نہ سکا

پکارا بڑھ کے جگر بند سیدِ والا زباں کو بند کر اب ہاتھ میں اُٹھا بھالا
وہ میں ہوں ضیغم نرسب سے زور میں بالا علیؓ کے شیروں نے آغوش میں جسے پالا

لہو بہا کے تجھے اب جہاں سے کھوتا ہوں
حسینؑ کا ہوں بھتیجا علیؓ کا پوتا ہوں

کسی سے شیر خدا کے پسر نہیں ڈرتے شریر لاکھ کریں شور و شر نہیں ڈرتے
تعلّیوں سے تری پُرجگر نہیں ڈرتے سگوں کے بھونکنے سے شیر نر نہیں ڈرتے

ہماری ضرب سے حیران فوج والے ہوئے
سگِ یہ کس کے پڑے ہیں زباں نکالے ہوئے

بتا کہ زیر کیا ہم نے فوج کو کیسا نہ دیکھا ایک کو مضبوط تھا سُنا جیسا

جلد۴

وہ چاروں جیسے تھے نامرد تو بھی ہو ویسا   رہیگا شور ہم اس پیاس میں لڑے ایسا
اسد کو زور میں کم وقت جنگ جانتے ہیں
ہم ایسے بودوں سے لڑنے کو ننگ جانتے ہیں

دغا کے جوش میں لو دو طرف کھنچی تلوار   سنبھل کے لیں سپریں ہاتھ اُٹھے بڑھے رہوار
اُدھر سے سب سمٹ آئے پیادہ و اسوار   چھا سمت ہی اک غلغلِ تکبیر و بدار
نگر ہے ڈر یہی کہ ایسا نہ ہو کہ پسپا ہو
لڑی ہوئی ہیں نگاہیں کہ دیکھئے کیا ہو

کبھی ہی خود پہ یہ تیغ اور سپر پہ کبھی   ملی ہوئی ہے گلے سے کبھی کمر پہ کبھی
کبھی کلائی پہ ہے دوش فتنہ گر پہ کبھی   کبھی بغل کی طرف صدر اہل شر پہ کبھی
مجال و تاب نہیں آنکھ چار کرنے کی
شقی کو بار نہیں ملتی وار کرنے کی

چمک سے تیغِ دو دم کے کبھی جھجکتا ہی   کبھی زباں کبھی دستِ قوی بہکتا ہی
کبھی ادھر تو کبھی اس طرف بھٹکتا ہی   جھکا کے سر کبھی پچھلے قدم سرکتا ہی
امیدِ فتح نہیں زندگی کی آس نہیں
ٹھکانے ہوش نہیں ہیں بجا حواس نہیں

بڑھا سنبھل کے ادھر پھر شقی و ظلم پسند قریب آگیا شبدیز تیز بہر زغند
جلد وہ آیا بائیں طرف دستِ ظلم کر کے بلند یہ آئے دہنی طرف شیر سے اُڑا کے سمند
انھیں جو دھیان تھا اس حد پہ آگیا ظالم
قدم فرس کے رُکے زد پہ آگیا ظالم

لگائی تیغ دو دم کہہ کے یا علیِ ولی اُڑا العین کا سر نحس پھر نہ موت ٹلی
گلے سے کھنچ کے دوبارہ جو پھر کمر پہ چلی دوپارہ ہو کے گرا دشمنِ خدا و علی
غرورِ شیر نے بدمست کا نکال دیا
زمیں پہ فیل کو چو رنگ کر کے ڈال دیا

نفیس

۱۱۰ — میدان جنگ

مہاراجہ پرتھی راج اور سلطان شہاب الدین غوری کی پہلی معرکہ آرائی
نہر سرستی پر

لگی چلنے باہم چھری اور کٹار ہوئے سرتنوں پر ہزاروں نثار
پڑا سن سے خنجر پڑی سن سے تیغ ہزاروں ہی کشتہ ہوئے بدریغ

جلد۴

جواں زخم پر زخم کھانے لگے — شجاعت کے جوہر دکھانے لگے
کسی نے رنگے خون میں اپنے ہاتھ — عدم کو گیا کوئی آقا کے ساتھ
زمیں پر تھا کشتوں کا پشتہ بندھا — ہر اک سمت تھا خوں کا دریا بہا
بدلنے لگا جب لڑائی کا طور — کیا اپنے لشکر پہ راجہ نے غور
یکایک بڑھی ہاتھیوں کی وہ صف — جواں نکلے پیچھے سے نیزہ بکف
وہ تھے قوم کے سب کے سب راجپوت — وہ بانکے دلاور بہادر سپوت
گرے فوجِ شہ پر وہ سب ایک بار — ہوئے قلب تیروں سے اُن کے فگار
کمانوں نے گوشے لئے اپنے موڑ — دیا تیروں نے اپنے ترکش کو چھوڑ
جو افغاں تھے فوراً وہ پیچھے ہٹے — ادھر خلجیوں نے بھی گھونگٹ لئے
لڑائی کا جب یہ ہوا بندوبست — ہوئی فتح سے شاہ کی پھر شکست
شکستہ ہوا میمنہ میسرہ — ہوا قلب کی فوج کا فیصلہ
لڑائی سے تیروں کی عاری ہوئے — نمکخوار سارے فراری ہوئے
نہ مطلق ہوا شاہ غازی ملول — گھرا ایسا تھا جیسے کانٹوں میں پھول
نظر کھانڈے راؤ کی اس پر پڑی — سپہدار کی آنکھ اس سے لڑی
سپہدار نے بھی بجرأت تمام — کیا رستمی کا وہاں پر یہ کام

دیا ہاتھی کے منہ میں نیزہ لگا حریفوں کو دی اپنی جرأت دکھا
کیا کھانڈے راؤ نے پھر اس پہ وار تو شانہ نشانہ بنا ایک بار جلد ۲
نہایت ہی سخت اس کو پہونچا گزند جھکا اپنے گھوڑے پہ وہ ارجمند
مدد غیب سے اُس کی فوراً ہوئی یکا یک غلام آن پہونچا کوئی
لیا اپنے مالک کو فوراً سنبھال کسی پر نہ ہرگز کھلا اس کا حال

سپہدار کا پھر نہ پایا نشاں
نہ آیا نظر کوئی غزنیں جواں

راحت

۱۱۱۔ معرکۂ جنگ

(شجاع الدّولہ اور رحمت خاں کی لڑائی)

لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوجِ ہراول ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہیں اب ہر ایک سے اس فوج کے یہی سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ ہزار
محبوب اور سبزت و لطافت تھے ایک طرف یکسو تھا میر سیّد علی مستعدِ کار

لیکن انھوں کو آدمی کہیے کہ دیو دو
ان کا قدم دغا میں یہ پایا ہم اُستوار

جلد۱۲ ایدھر سے بان در ہکلہ و توپ متصل
پڑتی تھی پر وہ پڑھتے ہی آتے تھے سرگزار

بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپ داغنے
اس پلہ پر جہاں سے جزائر کی ہووے مار

لیکن میں تجھ سے کیا کہوں اے یار اس گھڑی
دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار

تھیں کرتیاں تلنگوں کی مانند لالہ زار
تھا دودِ توپ ابر سیاہ تگرگ بار

توپیں جو داغتے تھے فتیلوں سے آن آن
رنجک مثال برق چمکتی تھی بار بار

گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم
آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار

فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے
بندوق و تبر و تیغ سے جا ان میں کارزار

ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار

نے لڑنے کے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش
نے سوچ مرنے کا تھا نہ جینے کا کچھ بچار

باور ہی کیجو اس کو تو اے یار اس گھڑی
آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اقتدار

جیدھر کو جس کا منہ اٹھا اودھر کو وہ چلا
سوچے بغیر یہ کہ فلاں جا کروں قرار

سودا



مناظرِ قدرت

جلد چہارم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا: ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائینگے تو باعثِ شکرگزاری ہوگا۔

(۱) اسمٰعیل: مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۴۲ء وفات ۱۹۱۷ء وطن مدفن میرٹھ

ضمیمہ
جلد ۴

صفحہ

(۲) اتش : میر مہر علی صاحب مرحوم
وطن فیض آباد

(۳) اکبر : سید اکبر حسین صاحب مرحوم
ولادت ۱۸۴۶ء وفات ۱۹۲۱ء وطن مدفن الہ آباد

(۴) اکرام :

(۵) بیتاب :

(۶) بے نظیر : سید محمد بے نظیر شاہ صاحب وارثی

ولادت ۱۸۶۳ء وطن کڑا مانک پور ضلع الہ آباد

(۷) حالی : خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۷ء وفات ۱۹۱۴ء وطن مدفن پانی پت

(۸) ذوق : شیخ محمد ابراہیم صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۰۴ھ وفات ۱۲۷۱ھ وطن مدفن دلّی

(۹) راحت :

(۱۰) سرور جہان آبادی :- منشی درگا سہائے صاحب آنجہانی

ولادت ۱۸۷۳ء وفات ۱۹۱۰ء وطن ضلع پیلی بھیت

صفحہ

(۱۱) سودا : مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۱۲۵ھ وفات ۱۱۹۵ھ وطن دلی مدفن لکھنؤ

صفحہ ضمیمہ جلد ۴

ضمیمہ جلد ۴

صفحہ

(۱۷) ظفر: محمد سراج الدین بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۷۷۵ء وفات ۱۸۶۲ء شاہ دہلی مدفن رنگون

(۱۸) غالب: مرزا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم

ولادت ۱۷۹۶ء وفات ۱۸۶۹ء وطن مدفن دلی

(۱۹) قائم: قیام الدین صاحب مرحوم

وفات ۱۷۹۴ء وطن چاندپور ضلع بجنور

(۲۰) محروم: منشی تلوک چند صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء وطن عیسیٰ خیل (پنجاب)

(۲۱) مرزا شوق : حکیم تصدق حسین خاں صاحب مرحوم

وفات ۱۸۷۱ء وطن لکھنؤ

(۲۲) ممنون : میر نظام الدین صاحب مرحوم

وطن دلی وفات ۱۸۴۴ء

(۲۳) منیر :

(۲۴) میر : میر محمد تقی صاحب مرحوم

ولادت ۱۱۲۵ھ وفات ۱۲۲۵ھ وطن اکبرآباد مدفن لکھنؤ

ضمیمہ جلد۴

صفحہ

(۲۵) میر حسن : میر غلام حسین صاحب مرحوم

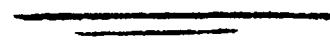
وطن فیض آباد وفات ۱۷۸۶ء مدفن لکھنؤ

ضمیمہ جلد۴ | صفحہ

(۲۶) نجم گیلانی : سید نجم الہدیٰ صاحب
وطن گیلان (بہار)

(۲۷) نظیر: شیخ ولی محمد صاحب مرحوم
وطن دلّی مدفن اکبر آباد وفات ۱۸۳۰ء

ضمیمہ جلد۴



سلسلۂ دعوتِ صدق

اسرارِ حق

مؤلفہ

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین و اکابردین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُبّ لباب۔ خودبخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن توحید اور اس کے مقامات، احادیث کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ۔ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝

جن علوم کو اللہ جلّ شانہٗ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے ہی تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوّف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید حجم تقریباً ۰۰ھ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (سے ر) علاوہ محصول۔

معاشیات

(۱) **علم المعیشت**۔ اکنامکس (Economics) پر اُردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہی۔ مشکل سے مشکل معاشی اُصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہی کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہی۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہی۔ لطف یہ کہ یونیورسیٹوں میں اکنامکس کے متعلم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اُردو زبان پر ایک احسان عظیم ہی۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہی کہ اکنامکس پر اُردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہی۔ اور ہر لحاظ سے مکمل"۔ ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو دوسرا ایڈیشن بنظر ثانی شائع ہوا ہی۔ ... ... صہ

(۲) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی

اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہی۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں یہ بھی اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اُصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہی۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں۔ ضخامت تخمیناً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہی۔

(۳) **مالیات** ۔ پبلک فنانس (Public finance) پر اُردو زبان میں یہی سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہی مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قایم ہی۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور اُن کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہی یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور ریئسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہی۔ ضخامت تخمیناً ۶۰۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) **مقدمات المعاشیات** ۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (Introduction to Economics) کا سلیس

اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اُصول و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۰۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) **معاشیات ہند**۔ مسٹر برمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۰۴ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملنے کا پتا:۔ محمد مقتدیٰ خاں شروانی علیگڑھ

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.

2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)

3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)

4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.

5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.

7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spiring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been published in

Manazir-e-Qudrat

VOL IV

Selected Urdu Poems Series

Manazir-e-Qudrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY

M. A., LL. B. (ALIG.)

Osmania University

Hyderabad (Deccan)

VOL. IV

3rd Edition Price Re 1